جموّں وکشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں

جی ایم میر

رائل
پبلشنگ
کمپنی
Royal Publishing Company
Rawalpindi, Pakistan

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

اس کتاب کا کوئی حصہ ناشر کی پیشگی اجازت کے بغیر شائع کرنا، تقسیم کرنا، یا کسی بھی شکل یا کسی بھی ذریعے، مثلاً فوٹو کاپی، سکین، تصویر، ریکارڈنگ، یا انٹرنیٹ وغیرہ سے پھیلانا قانوناً جرم ہے۔ ماسوائے، اس کتاب کا کوئی حصہ تحقیقی مقالہ جات یا دیگر غیر تجارتی ضرورت کے لیے مکمل حوالے کے ساتھ اقتباس کی صورت میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے فرد/ ناشر/ ادارے کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

اشاعت اوّل ۱۹۸۹ء
اشاعت دوم ۱۹۹۱ء
اشاعت سوم ۱۹۹۶ء
اشاعت چہارم ۱۹۹۸ء
اشاعت پنجم ۲۰۰۱ء
اشاعت ششم ۲۰۱۱ء

میر، جی ایم
جموں و کشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں / جی ایم میر۔
راولپنڈی: رائل پبلشنگ کمپنی، ۲۰۱۱ء
۳۵۱ ص

Mir, G. M.
Jammu wa Kashmir ki Jughrafiyae Haqiqatein/ by G. M. M
Rawalpindi: Royal Publishing Company, 2011
361 p.

مندرجات

جرائد کی نظر میں		۹
عرضِ مؤلف		۱۵
پہلا باب	سرزمین کشمیر کا ظہور	۱۹
دوسرا باب	وجہ تسمیہ	۲۳
تیسرا باب	محل وقوع	۳۲
چوتھا باب	رقبہ	۳۴
پانچواں باب	آبادی	۴۳
چھٹا باب	ریاست کا نسلی اور لسانی جائزہ	۵۵
ساتواں باب	طبعی تقسیم	۷۲
آٹھواں باب	قدرتی خطے	۷۵
نواں باب	ریاست کی انتظامی تقسیم	۷۸
دسواں باب	موسم اور آب وہوا	۸۴
گیارہواں باب	کوہستانی سلسلے	۸۹
بارہواں باب	ریاست کے بڑے اور چھوٹے دریا	۹۳
تیرہواں باب	ریاست کی مشہور جھیلیں	۱۰۸
چودھواں باب	ریاست کے مشہور چشمے	۱۱۷
پندرہواں باب	ذرائع آمدورفت	۱۲۱

۶		۱۳۵
سولہواں باب	مشہور درّے	۱۴۳
سترہواں باب	مشہور چوٹیاں	۱۴۶
اٹھارواں باب	مشہور گلیشیرز	۱۴۸
انیسواں باب	زرعی پیداوار	۱۵۱
بیسواں باب	جموں کشمیر میں پیدا ہونے والی فصلیں	۱۵۶
اکیسواں باب	نقد آور فصلیں	۱۶۰
بائیسواں باب	ریشے والی فصلیں	۱۶۲
تیئسواں باب	معدنیات	۱۷۴
چوبیسواں باب	نہریں اور مصنوعی ذرائع آبپاشی	۱۷۸
پچیسواں باب	دیگر ذرائع آبپاشی	۱۸۰
چھبیسواں باب	ماہی گیر اور ماہی پروری	۱۸۲
ستائیسواں باب	سیاحت کی صنعت	۲۱۹
اٹھائیسواں باب	ریاست میں بجلی کی پیداوار	۲۳۱
انتیسواں باب	جنگلات اور اُن کی پیداوار	۲۳۴
تیسواں باب	جڑی بوٹیاں	۲۶۴
اکتیسواں باب	گھریلو دستکاریاں اور کارخانے	۲۷۶
بتیسواں باب	بڑے پیمانے کی صنعتیں	۲۸۱
تینتیسواں باب	صنعتی علاقے	۲۹۱
چونتیسواں باب	اہم تاریخی اور قابلِ دید مقامات	۳۴۷
	کتابیات	

فہرست نقشہ جات

۱۔	نقشہ ریاست جموں کشمیر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے	۲۲
۲۔	نقشہ صوبہ کشمیر	۲۴
۳۔	نقشہ صوبہ جموں	۲۶
۴۔	نقشہ سرحدی صوبہ لداخ و بلتستان	۲۸
۵۔	نقشہ پونچھ جاگیر	۳۱
۶۔	جموں کشمیر۔ محل وقوع و حدود اربعہ	۳۳
۷۔	نقشہ ریاست جموں کشمیر۔ موجودہ صورت حال	۴۱
۸۔	نقشہ جموں کشمیر اور یورپ کے چھ ممالک	۴۲
۹۔	نقشہ جموں کشمیر۔ لسانی تقسیم	۵۴
۱۰۔	نقشہ وادیٔ کشمیر	۷۷
۱۱۔	نقشہ جموں کشمیر۔ سیاسی و انتظامی تقسیم	۸۳
۱۲۔	جموں کشمیر کے دریا	۱۰۷
۱۳۔	ہندوستانی مقبوضہ کشمیر کی سڑکیں	۱۲۰
۱۴۔	نقشہ شاہراہ ریشم	۱۲۴
۱۵۔	نقشہ سری نگر لداخ روڈ	۱۲۶
۱۶۔	قریشی روڈ، قراقرم ہائی وے	۱۳۰

جرائد کی نظر میں

ہفت روزہ "انصاف"، راولپنڈی، ۶ تا ۱۲ نومبر ۱۹۹۱ء

کتاب میں سیاست کم اور معلومات زیادہ ہیں۔ اگرچہ اس کی اشاعت کا مقصد قارئین کو صرف یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ ریاست جموں کشمیر آبادی کے لحاظ سے دنیا کے ۱۱۵ ملکوں اور رقبہ کے لحاظ سے دنیا کے ۸۳ ملکوں سے بڑی ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ یہ ریاست خودمختار بھی رہ سکتی ہے۔ کتاب بہت ہی پُراز معلومات ہے۔ اس میں زیادہ تر ریاست کے قدرتی اور طبعی حالات درج ہیں۔ ریاست کے شہروں، دریاؤں، جھیلوں، اضلاع، پیداوار، معدنیات اور صنعتوں کا ذکر ہے۔ گویا یہ کتاب کشمیر کے بارے میں ایک چھوٹا سا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ مؤلف نے یہ کتاب لکھ کر کشمیر کی بہت بڑی خدمت کی ہے اور کتاب اس قابل ہے کہ اسے آزاد کشمیر کے سکولوں اور کالجوں میں رائج کیا جائے۔ لیڈر لوگ بھی اسے خرید کر پڑھیں تو بہتر ہوگا کیونکہ عام طور پر لیڈر حضرات کی معلومات بھی محدود ہوتی ہیں۔

بہرصورت میر صاحب کی کتاب خوب ہے اور کشمیر کے بارے میں معلومات میں ایک اچھا اضافہ ہے۔

میر عبدالعزیز

ماہنامہ "حکایت"، لاہور، دسمبر ۱۹۹۱ء

جہاں تک ریاست جموں کشمیر کی جغرافیائی اہمیت اور حقیقت کا سوال ہے تو اس

بارے میں ہمارے دانشور حضرات نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔ تاہم زیر تبصرہ کتاب، جس کا دوسرا ایڈیشن ترامیم اور اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے اس میں بڑی تفصیل اور حقائق کی روشنی میں مذکورہ موضوع پر تبادلۂ خیال کیا گیا ہے جس سے پڑھنے والوں کی کشمیر کے حوالہ سے معلومات میں کافی اضافہ ہوتا ہے۔ کتاب کے مصنف جی ایم میر کشمیر کے حوالے سے خصوصی دسترس رکھتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً ان کے مضامین اور تبصرے کتابوں اور اخباری تبصروں کی صورت میں عوام تک پہنچتے رہتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب میں انہوں نے ریاست جموں کشمیر کی جغرافیائی اہمیت کے بارے میں مختلف تاریخی حوالوں سے بات کی ہے۔ فاضل مصنف نے ریاست جموں کشمیر کے حدود اربعہ، آبادی کی صوبہ وار تقسیم، ریاست کا نسلی اور لسانی جائزہ تفصیل سے پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ کشمیر کے مشہور دریاؤں، جھیلوں، چشموں، مشہور سڑکوں، درّوں اور چوٹیوں کے بارے میں بھی غیر معمولی معلومات فراہم کی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ریاست کی اقتصادی اور صنعتی ترقی پر بھی تجزیے پیش کیے ہیں۔ اس سلسلے میں مضامین کے ساتھ جہاں ضروری نقشہ جات کی ضرورت محسوس ہوئی ہے، انہیں بھی شامل کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب ریاست جموں کشمیر کے حوالے سے ایک مستند دستاویز ہے جس سے پڑھنے والوں کی خاطر خواہ رہنمائی ہوتی ہے۔

عنایت اللہ

The "FRONTIER POST", 12 April 1992

Mr. G. M. Mir's book is a modern classic so far as the geography of Kashmir is concerned. The explosive political situation in Kashmir has enhanced the value of the book manifold. Political activists, lawyers, journalists, students, teachers and friends of Kashmir should certainly study it.

ترجمہ: جہاں تک کشمیر کے جغرافیہ کا تعلق ہے، جی ایم میر کی کتاب اس علم میں ایک جدید کلاسیک کا درجہ رکھتی ہے۔ کشمیر کی موجودہ دھماکہ خیز صورت حال نے اس کتاب کی قدر و قیمت کو کئی گنا بڑھا دیا ہے۔ سیاسی کارکنوں، قانون دانوں، صحافیوں، طلبہ، اساتذہ اور کشمیر کے بہی خواہوں کو اس کتاب کا لازماً مطالعہ کرنا چاہیے۔

مراد بلوچ

ہفت روزہ "دور جدید"، سیالکوٹ، ۲۱ مئی ۱۹۹۲ء

سب کو معلوم ہے کہ ۱۹۴۷ء تک ریاست (جموں کشمیر) اپنی پولیٹیکل حیثیت کے لحاظ سے ایک ناقابل تقسیم وحدت تھی، مگر پیش آمدہ سیاسی مدوجزر کے باعث یہ وحدت بھارتی مقبوضہ کشمیر، آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات (گلگت بلتستان) کی صورت میں تین حصوں میں بٹ چکی ہے۔ لہٰذا گذشتہ ۴۵ سالوں میں اس ریاست میں طبعی اعتبار سے نہ سہی، سیاسی اور انتظامی لحاظ سے کئی تبدیلیاں وقوع پذیر ہو چکی ہیں۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے ریاست کی مجموعی آبادی ۴۲ لاکھ کے قریب تھی، اب ایک کروڑ ۲۰ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ ان تبدیلیوں کے پیش نظر اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ ریاست کے پرانے جغرافیہ سے قطع نظر نئے سرے سے ریاست کی جیو پولیٹیکل صورت حال کا جائزہ لیا جاتا۔ اس ضرورت کو زیر نظر کتاب نے کماحقہٗ پورا کر دیا ہے۔

جے کے این ایل ایف کے قائد جی ایم میر صاحب کی اس لائق ستائش کاوش کا سب سے بڑا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ ریاست جموں کشمیر اپنے رقبہ، اپنی تہذیب و تمدن، اپنی ثقافت، اپنے محل وقوع اور اپنے قدرتی وسائل کے لحاظ سے ایک ایسی جغرافیائی اور سیاسی اہمیت کی وحدت ہے جو ہر اعتبار سے ایک آزاد، خودمختار ملک بننے کی پوری اہلیت رکھتی ہے، اس کی اس اہمیت کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

آزاد کشمیر یا پاکستان سے جو دو مسئلہ کشمیر کو عالمی برادری میں اجاگر کرنے کے لیے

وقائع قابیرونی دنیا میں جاتے رہتے ہیں، ان کے لیے اشد ضروری ہے کہ وہ اس کی تاریخ کے ساتھ ساتھ اس کا جغرافیائی علم بھی پوری طرح رکھتے ہوں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان وفود کے اکثر ارکان ریاست کے جغرافیہ سے بالکل نابلد ہوتے ہیں اور اپنی اس خامی کی وجہ سے بیرون ملک مضحکہ خیز صورت حال کا باعث بنتے ہیں۔

''جموں وکشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں'' لکھ کر جی ایم میر صاحب نے بہت بڑی قومی خدمت سرانجام دی ہے۔ ہم اس تالیف پر اُن کو مبارکباد دیتے ہیں، اور آزاد کشمیر اور پاکستان کی درس گاہوں اور دیگر اداروں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو ایک درسی اور معلومات کی کتاب کی حیثیت سے اپنے نصاب اور لائبریریوں میں شامل کریں۔

کتاب کی گیٹ اپ اور طباعت دیدہ زیب ہے۔

عبدالحمید نظامی

ماہنامہ ''کاشر''، گوجرانوالہ

میر صاحب نے دنیا کے سرخیلوں اور اپنے ہمدردوں کو، جن کا کہنا ہے کہ کشمیر جغرافیائی لحاظ سے خود مختار ملک کی حیثیت سے قائم نہیں رہ سکتا، بڑا ہی مسکت جواب دیا ہے کہ اگر دنیا کے ۹۳ ممالک جو رقبہ کے لحاظ سے اور ۱۱۵ ممالک جو آبادی کے لحاظ سے کشمیر سے چھوٹے ہیں، اپنی آزاد حیثیت برقرار رکھ کر زندہ رہ سکتے ہیں تو کشمیر کیوں نہیں؟

میر صاحب کا انداز بیان اور بیانہ نہیں بلکہ یہ کسی فلسفی کی تحریر لگتی ہے۔ انہوں نے رقبے اور آبادی کی ہی بات نہیں کی بلکہ کشمیر میں رہنے والے لداخی، بلتی، ڈوگرہ، گوجر بکروال، چبہ راجپوت، سدھن، ڈھونڈ اور دوسرے قبائل پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ انہوں نے میدانی اور پہاڑی علاقوں کی کہانی نہیں سنائی، جھیلوں، چشموں، نہروں اور دریاؤں کی روانی کا ذکر بھی کیا ہے۔ انہوں نے آمدورفت کے ذرائع ہی نہیں دکھائے، درّوں، چوٹیوں کی سیر بھی کرائی ہے۔ وہ فصلوں اور معدنیات کے علاوہ صنعتوں کی بات بھی کرتے ہیں۔

انہوں نے جنگلات کو ہی نہیں کھنگالا، وہ تاریخی مقامات تک بھی گئے ہیں۔ غرضیکہ میر صاحب نے کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ کتاب کی چھپائی کمپیوٹرائزڈ ہے۔ خوبصورت کاغذ پر چھپی ہوئی یہ کتاب طالب علم کے علم میں یقیناً اضافہ کرے گی۔

ازور نسیم

ہفت روزہ "کشیر"، راولپنڈی

جی ایم میر ایک بالغ نظر سیاسی راہنما اور محب وطن کشمیری ہیں۔ سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے کتابوں کی تصنیف اور ترتیب کا کام بھی سنبھالا ہے۔ زیر نظر کتاب ریاست جموں وکشمیر کے بارے میں معلومات اور اطلاعات پر مشتمل ایک مفید دستاویز ہے اور نوجوانوں کے لیے یہ کتاب جموں وکشمیر کے بارے میں عام معلومات کو جاننے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس کتاب میں جموں وکشمیر کے بارے میں مختلف کتابوں، جرائد اور اخبارات میں شائع شدہ تمام ضروری معلومات کو یک جا کر کے کتابی صورت دی گئی ہے۔ اس کتاب میں جموں وکشمیر کے بارے میں ہر طرح کی معلومات کو تفصیل کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ ریاست جموں وکشمیر کے سیاسی راہنماؤں، دانشوروں، صحافیوں اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے یہ جموں وکشمیر کے بارے میں معلومات عامہ کا اہم اور بنیادی ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ یہ کتاب ترتیب دے کر جی ایم میر نے کشمیر تحریک آزادیٔ کشمیر اور کشمیر کاز کی بڑی خدمت کی ہے۔

ع۔ص۔وانی

عرضِ مؤلف

ریاست جموں کشمیر کو اپنی آزادی سے محروم ہوئے چار صدیاں گزر گئی ہیں لیکن گذشتہ چار دہائیوں سے یہ اپنی وحدت و سالمیت بھی گنوا بیٹھی ہے۔ ان چار دہائیوں میں کئی حصوں میں منقسم کشمیری قوم کو اپنی شناخت، اپنے ماضی و حال، اپنے ورثے اور اپنی حیثیت سے بیگانہ کرنے کی برابر کوششیں ہوتی رہی ہیں اور آج صورتِ حال یہ ہے کہ ریاست کے تینوں حصوں (ہندوستانی زیرِ تسلط کشمیر، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان) کے تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانے والی مختلف مضامین کی کتابیں نوجوان نسل میں بجائے علم و آگہی کے گمراہی اور بے علمی پھیلا رہی ہیں۔ ان کتابوں میں بالالتزام اس قسم کا مواد پیش کیا جا رہا ہے جو طلبہ کو ریاست کے صرف اپنے ہی حصے تک محدود معلومات فراہم کرتا ہے اور ریاست کے دوسرے حصوں کے بارے میں انہیں دانستہ بے خبر رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ریاست کے ان تینوں حصوں کے اکثر طلبہ کی ریاست کے بقیہ دو حصوں کے بارے میں علمیت نہ ہونے کے برابر ہے۔

ریاست جموں کشمیر کے دونوں پڑوسی ممالک ہندوستان اور پاکستان کا اپنی اپنی جگہ یہ دعویٰ ہے کہ ریاست ان کا حصہ ہے۔ بھارت والے اسے اپنا "اٹوٹ انگ" قرار دیتے ہیں جبکہ پاکستان والے اسے "پاکستان کی شہ رگ" کا نام دیتے ہیں۔ بھارت میں شائع ہونے والے تمام نقشوں میں ریاست کو بھارت کا حصہ ظاہر کیا جاتا ہے لیکن تمام معلومات صرف اپنے زیرِ قبضہ علاقے تک فراہم کی جاتی ہیں۔ اسی طرح یہاں (مثال کے طور پر)

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے بی اے کے نصاب میں شامل "مطالعۂ پاکستان" کی کتاب کے صفحہ ۳۶ پر پاکستان کا رقبہ ۸۶۸۵۹۱ مربع کلومیٹر ظاہر کیا گیا ہے۔ اس میں گلگت بلتستان کا رقبہ شامل کیا گیا ہے۔ جبکہ اقوام متحدہ کے نقشوں کے مطابق پاکستان کا رقبہ ۸۰۳۹۴۳ مربع کلومیٹر ہے۔ اسی طرح متذکرہ کتاب میں پاکستان کے محل وقوع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے۔ "چین کے ساتھ پاکستان کی ۶۰۰ میل سرحد ملتی ہے۔" جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عوامی جمہوریہ چین کی سرحد پاکستان سے نہیں بلکہ کشمیر کے علاقہ گلگت بلتستان سے ملتی ہے۔ اس حقیقت کو ۱۹۶۲ء کے پاک چین سرحدی سمجھوتے میں بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کی طرف سے کرۂ ارضی کے جتنے بھی نقشے شائع ہوتے رہے ہیں ان میں ریاست جموں کشمیر کو ہندوستان و پاکستان دونوں ممالک سے الگ تھلگ دکھایا جاتا ہے اور رقبہ آبادی کے اعداد و شمار ظاہر کرتے وقت یہ واضح صراحت کی جاتی ہے کہ اس میں جموں کشمیر کے اعداد و شمار شامل نہیں ہیں۔

حد متارکہ جنگ کے دونوں جانب ریاست میں درجنوں سیاسی جماعتیں موجود ہیں جن کے شور شرابے اور غوغا آرائی سے اخبارات کے صفحے بھرے رہتے ہیں لیکن ان جماعتوں میں سے کسی نے آج تک یہ زحمت گوارا نہیں کی کہ ریاست میں قومی وحدت فکر کو پارہ پارہ کرنے والی اس بیرونی یلغار کی جانب توجہ کرتیں اور نوجوان نسل کی دینی تربیت کے لیے صحیح سمت میں کوئی ٹھوس قدم اٹھاتیں۔

راقم الحروف نے اس کمی کا احساس کرتے ہوئے کشمیر کی نوجوان نسل کی دینی تربیت کے مقصد کو سامنے رکھ کر "کشمیر سلفیز" کے سلسلہ کے تحت قدم اٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جن احباب نے ہاتھ بٹایا ہے میں ان کی تہہ دل سے ممنون ہوں۔ علی الخصوص محب مکرم ممتاز احمد باجی نے نہایت قیمتی مواد فراہم کرنے میں بڑی مدد کی

اور مسودہ کی تیاری میں گراں قدر مشوروں سے نوازا ہے۔ عزیز گرامی جاوید مقبول بٹ نے مسودہ صاف کرنے میں بہت محنت سے کام کیا، میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔ مجھے امید ہے میری اس حقیر کاوش سے وطن عزیز سے محبت رکھنے والے نوجوانوں کو اپنی علمی پیاس بجھانے میں کچھ نہ کچھ مدد ملے گی اور ان میں وطن شناسی کی ایک تحریک پیدا ہوگی۔ اس جنت ارضی کے مستقبل کی تابناکی کا دارومدار ان ہی نوجوانوں سے وابستہ ہے۔

نہیں ہے نا اُمید اقبالؔ اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

جی ایم میر

سرزمینِ کشمیر کا ظہور

ماہرینِ ارضیات کے مطابق سرزمینِ کشمیر کو وجود میں آئے دس کروڑ سال گزرے ہیں۔ کروڑوں سال پہلے یہ علاقہ سمندر کے نیچے ڈوبا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ طبعی حالات کی تبدیلی کی وجہ سے کوہ ہمالیہ کی اونچی چوٹیاں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں اور رفتہ رفتہ گھاٹیاں اور وادیاں ظہور میں آئیں۔

طبقات الارض کے ماہرین کے مطابق جب کشمیر میں ہر طرف پانی ہی پانی تھا تو خشکی کا پہلا سرا، جو آتش فشاں جزیرے کی صورت میں نمودار ہوا، کوہ سلیمان تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پہاڑ اونچائی حاصل کرتے گئے اور وادیٔ کشمیر جھیل کی صورت اختیار کر گئی جسے چاروں طرف سے اونچے پہاڑوں نے گھیر رکھا تھا۔ نیلہ مت پران کے مطابق اس جھیل کو ''ستی سر'' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ جھیل کے اندر ''جلد بھو'' (Jalodbhava) ایک آدم خور دیو تھا جو جھیل سے نکل کر کناروں پر آباد بستیوں میں لوگوں کو تنگ کرتا تھا۔ لوگوں نے کشپ رشی سے فریاد کی تو کشپ رشی نے برہما، وشنو اور شیو جیسے دیوتاؤں سے مدد مانگی۔ ان دیومالائی داستانوں کے مطابق ''جلد بھو'' جھیل کے پانی کے اندر چھپ گیا تو کشپ رشی نے بارہ مولہ کے مقام پر ایک پہاڑی درّہ کاٹ کر جھیل کا پانی باہر نکالا جس سے موجودہ وادیٔ کشمیر ظہور میں آ گئی۔ نیلہ مت پران میں لکھا ہے کہ پہاڑی درّہ کاٹنے سے جھیل کا پانی اتنی تیزی اور اتنی طاقت سے باہر نکلا کہ میدانی علاقوں میں

زبردست سیلاب آ گیا جس کے نتیجہ میں وسیع علاقے زیر آب آ گئے اور بستیوں کا نام و نشان نہ رہا۔

نیلہ مت پران کے ان دیو مالائی قصوں کے علی الرغم علم طبقات الارض کے ماہرین ان روایتوں کی یوں تشریح کرتے ہیں کہ عظیم ارضیاتی تبدیلیوں اور طاقت ور زلزلوں کے نتیجہ میں بارہ مولہ کے قریب سلسلہ کوہ میں ایک شگاف ظہور پذیر ہوا جس سے جھیل کا سارا پانی پوری طاقت سے بہہ نکلا اور یہ بات بہت حد تک قرین قیاس خیال کی جاتی ہے کہ موجودہ پنجاب کے میدانوں میں ہڑپہ (Harappa) نامی تہذیب کا نام و نشان مٹ جانے کا سبب یہی عظیم سیلاب تھا۔

رگ وید کے مطابق موہنجوڈارو اور ہڑپہ کی تہذیب، جسے عرف عام میں وادیٔ سندھ کی تہذیب لکھتے ہیں، ۲۵۰۰ قبل مسیح سے ۱۵۰۰ قبل مسیح تک عروج پر رہی۔ اس تہذیب کے زوال کے اسباب میں اور باتوں کے علاوہ دریاؤں میں سیلاب کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ رگ وید کی تصنیف کا زمانہ کم سے کم ۱۲۰۰ قبل مسیح ہے۔ اس کتاب میں دریائے سندھ کو سندھو، جہلم کو وتستہ، چناب کو اسکنی اور راوی کو ایراوتی کا نام دیا گیا ہے۔ رگ وید کے مطابق آریوں کا ہیرو اندر، بہت طاقت ور دیوتا تھا۔ اس کا کام بارش برسانا، طوفان لانا اور بادلوں میں چمکنا ہے۔ اس کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے راکشسوں کو قتل کر کے پانی کو آزاد کر دیا۔ رگ وید کے مطابق:

> "راکشس (بند) کالے ناگ کی طرح دریا کے اس پار سے اُس پار تک لیٹا ہوا تھا..... اندر نے اژدھے (دریا کے بند) کو ہلاک کر کے پانی کو آزاد کر دیا..... پہاڑی چشمے تیزی سے بہنے لگے اور دھارے کا شور ایسا تھا جیسے بچھڑے ڈکارتے ہوں....."

(پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، ص ۶۸، ۸۹)

نیلہ مت پران کے مطابق:

''جب پہاڑ کو کاٹ دیا گیا تو پانی اتنی طاقت سے بہنے لگا کہ تمام ذی حیات اس کی دہشت ناک آواز اور رفتار کے خوف سے دہل اُٹھے۔ پانی کی لہریں پہاڑوں کی چوٹیوں کے اوپر سے اس طرح گزرنے لگیں جیسے ہمالیہ آسمان کو چھو رہا ہو۔''

(مالتی فروزن ٹربولینس، جگ موہن، ص ۳۷)

نقشہ ریاست جموں کشمیر ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء سے پہلے

وجہ تسمیہ

(الف) کشمیر

ایک روایت کے مطابق قدیم زمانہ میں جب کشمیر "ستی سر" کے نام سے ایک وسیع جھیل کی صورت میں موجود تھا تو اس کے کناروں پر آباد لوگوں کو "جلد بھو" (Jalod Bhava) نامی آدم خور دیو سے نجات دلانے کے لیے بارہ مولہ کے مقام پر کشپ رشی نے پہاڑ کاٹ کر جھیل کا سارا پانی باہر نکالا۔ اس طرح وادیٔ کشمیر ظہور میں آ گئی اور یہاں آبادی شروع ہو گئی۔ چونکہ کشپ رشی کی کوشش سے وادی وجود میں آ گئی تھی اس لیے اس کا نام کشپ بر یعنی کشپ کی جگہ پڑ گیا جو بعد میں بدلتے بدلتے کشمیر ہو گیا۔ "میر" سنسکرت زبان میں کسی اونچی جگہ یا سطح مرتفع کو کہتے ہیں جیسے "اجمیر"، "جیسلمیر"، "پامیر"، "دیامیر" وغیرہ اسی نسبت سے ترتیب پائے ہیں۔

دوسری روایت یوں ہے کہ کشپ رشی کی محبوبہ کا نام میر تھا۔ دونوں کے نام ملا کر یہ جگہ کشپ میر کہلائی، جو بعد میں کشمیر ہو گئی۔

تیسری روایت ہے کہ ۵۵۸ قبل مسیح میں بنی اسرائیل کے کچھ قبائل ہجرت کر کے افغانستان، گلگت اور کشمیر وغیرہ علاقوں میں آباد ہو گئے۔ ان میں جو قبیلہ وادیٔ کشمیر میں وارد ہوا اُسے اس سرزمین کی خوبصورتی نے بہت مسحور کیا اور انہوں نے اس کا نام "کشیر" رکھا، جو "ک" اور "اشیر" کا مرکب ہے، یعنی اشیر جیسا۔ اشیر عبرانی زبان میں شام کو کہتے ہیں۔

انگریزی میں بھی اسے سیریا (Syria) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ گویا بنی اسرائیل کو یہ سرزمین شام جیسی سرسبز و شاداب اور خوبصورت نظر آئی اور انہوں نے اس کا نام "کشمیر" یعنی شام جیسا رکھا۔ یاد رہے کہ وادیٔ کشمیر اور گلگت بلتستان میں اب بھی اسے کشیر (Kasheer) کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے۔

چارلس ایلی سن بیٹس (Charles Ellison Bates) نے اپنی مشہور کتاب اے گزیٹیئر آف کشمیر (A Gazettier of Kashmir) میں لکھا ہے کہ برہمنوں کے خیال میں یہ نام کس یا کش بہ معنی روشنی اور میر بہ معنی سمندر کا مرکب ہے، یعنی روشنی کا سمندر..... ایک اور قدیم روایت یہ بھی ہے کہ یہاں کبھی "کش" قبائل کے لوگ آباد تھے اس لیے اسے کشمیر کا نام دیا گیا۔

مسلمانوں کی روایت کے مطابق جھیل ستی سر کو خشک کرنے کا کام حضرت سلیمان پیغمبر کے حکم پر "کاشف" نامی جن نے سرانجام دیا تھا اور اس جگہ کا نام کاشف میر پڑ گیا تھا جو بعد میں کشمیر ہو گیا۔ ہیون تسانگ جس نے ۶۳۱ء میں کشمیر کی سیاحت کی، اس کا نام کیا شی می لو (Kia-Shi-Mi-Lo) لکھا ہے۔

(باسرئی، ص ۴)

(ب) جموں

کہا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں توی کے اس پار کا علاقہ جہاں اب جموں شہر آباد ہے، گھنا جنگل تھا اور جنگلی جانوروں کا مسکن تھا..... ایک بار ریاست باہو کا راجہ "جامبولوچن" شکار کے لیے اس علاقے میں آیا۔ شکار کی گھات میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ اس کی نظر ایک تالاب پر جا پڑی جہاں ایک طرف شیر اور ساتھ ہی چند قدم پر ایک بکری پانی پی رہی تھی۔ دونوں پانی پی کر اپنی راہ ہو لیے۔ یہ نظارہ دیکھ کر جامبولوچن کو شکار کا خیال بھول گیا۔ وہ تالاب پر آیا اور اپنے ہمراہیوں سے کہا: "یہ بہت امن و امان کی جگہ ہے جہاں شیر اور بکری



ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ میں یہاں ایک محل بناؤں گا اور نگر آباد کروں گا۔" چنانچہ اس جامبولوچن نے "جامبونگر" کے نام سے ایک شہر بسایا جو کثرت استعمال اور تغیر زبان کے ساتھ "جموں" ہو گیا۔

جامبولوچن راجہ باہولوچن کا بھائی تھا، جس نے دریائے توی کے کنارے قلعہ باہو کی تعمیر کی تھی۔ یہ قلعہ جموں کے تاریخی مقامات میں اہم ترین تصور کیا جاتا ہے۔

جموں شہر تاریخی شہادتوں کے مطابق تقریباً تین ہزار سال قبل آباد ہوا تھا۔ ابتدا میں یہ صرف شہر کا نام تھا۔ بعد میں رفتہ رفتہ اس نام کی ایک ریاست وجود میں آ گئی اور آخر کار یہ ریاست جموں کشمیر کا ایک اہم صوبہ بن گیا۔

(ج) گلگت اور بلتستان

زمانہ ماقبل تاریخ (Pre Historic Age) میں یہ خطہ دردستان کے نام سے موسوم رہا ہے۔ اس کی صداقت کا یہ ثبوت ہے کہ مشہور یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس نے اس خطہ اور یہاں کے رہنے والوں کو "دردی" کے نام سے یاد کیا ہے۔ ہماری قدیم تاریخی کتاب راج تنگنی کے مصنف پنڈت کلہن نے اس علاقے کو "دردویش" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ پانچویں صدی عیسوی میں یہاں ایک نئی سلطنت قائم ہوئی جس کا نام "بلور" (Bolor) تھا۔ مشرقی حصہ یعنی موجودہ بلتستان کو بلور کلان اور مغربی حصہ یعنی گلگت کو بلور خورد کا نام دیا گیا۔ چودھویں صدی عیسوی میں مؤرخ مرزا حیدر نے اپنی کتاب تاریخ رشیدی میں اس علاقہ کا ذکر بلورستان کے نام سے کیا ہے۔

(بلورستان، ص ۲۹)

ایک روایت یہ ہے کہ ۳۲۶ قبل مسیح میں جب چینی سیاح "فاہین" نے سنکیانگ سے اسکردو کا سفر کیا تو اس علاقے کا نام پلول تھا۔ اب تک گلگتی لوگ بلتیوں کو "پلوئی" کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی دور میں اس علاقہ کو بلتستان کا نام دیا جانے لگا کیونکہ یہاں



بولی جانے والی زبان بلتی کہلاتی تھی۔

گلگت کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں اس کا نام گری گرت تھا یعنی پہاڑوں میں گھرا ہوا..... یہی نام بگڑتے بگڑتے گلگت بن گیا۔

ایک اور روایت ہے کہ گلگت اصل میں گل گدھا جو تر کی زبان کے الفاظ ہیں اور جن کے معنی ''آنا جانا'' ہیں۔ یعنی یہ ایک ایسا پڑاؤ تھا جہاں اکثر آمد و رفت رہتی تھی۔ یہی نام بدل کر گلگت ہو گیا۔ ویسے اس کا اصل نام گلیت ہے۔ گلگت میں اب بھی اسے گلیت (Gilit) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ شینا ادب میں گلگت کے لیے گلیت کا نام ہی استعمال ہوتا ہے۔

(شینا زبان، ڈاکٹر ہاموں، ص ۴۳)

(د) پونچھ

نامور چینی سیاح ہیون تسانگ نے ۶۲۳ عیسوی میں کشمیر کا تفصیلی دورہ کیا۔ اس نے اپنے سفرنامہ میں اس علاقے کا، جسے اب پونچھ کے نام سے پکارا جاتا ہے، تفصیلی ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ مقامی باشندے اس کو پنس یا پرونس یا پونچھ کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ کشمیری زبان میں اس علاقے کو اب بھی پرونس یا ''پرونژھ'' ہی کہتے ہیں۔ سنسکرت زبان میں کسی مملکت کے سرحدی علاقے کو پونچھ کہا جاتا ہے۔

مختلف تواریخ میں اس علاقے کا نام لوہارا یا لوہرکوٹ بھی ملتا ہے۔ لوہرکوٹ نام کے کھنڈرات اب بھی پونچھ شہر سے مشرق کی جانب چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہیں۔ غالباً یہ قدیم زمانہ میں سلطنت لوہارا کا صدر مقام تھا۔ پنڈت کلہن کے مطابق پونچھ کا شہر للتا دت نے ۶۹۵ء کے بہار میں تعمیر کیا تھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ کشمیر کے راجہ نے یہاں گذریوں کے خاندان کی ایک حسین و جمیل لڑکی سے شادی کی تھی جس کا نام پونچھ تھا۔ یہ شہر اس کے نام پر تعمیر کیا گیا تھا چنانچہ اس کے آس پاس کا علاقہ بھی پونچھ کہلانے لگا۔

۱۸۴۶ء میں ریاست جموں کشمیر میں ڈوگرا اقتدار قائم ہونے کے بعد ۱۸۵۰ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے بھتیجے موتی سنگھ کو راجہ کا خطاب دے کر پونچھ کا علاقہ عطا کیا۔ ۱۸۸۸ء میں راجہ بلدیو سنگھ اور ۱۹۱۸ء میں راجہ سکھ دیو سنگھ نے گدی سنبھالی۔ ۱۹۲۷ء میں سکھ دیو سنگھ کی وفات پر پونچھ کا درجہ گھٹا کر جاگیر کر دیا گیا اور اس کا ایڈمنسٹریشن حکومت جموں کشمیر نے براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سکھ دیو سنگھ کے بھائی جگت دیو سنگھ کو راجہ کا خطاب دے کر پونچھ کا جاگیردار بنا دیا گیا۔

نقشہ پانچ جاگیر

محل وقوع

ریاست جموں کشمیر براعظم ایشیا کے تقریباً وسط میں اور برصغیر ہندو پاکستان کے بین شمال میں واقع ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے اسے "ایشیا کا دل" اور "برصغیر کا تاج" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ریاست کے شمال میں تاجکستان اور چینی ترکستان (سنکیانگ) کا علاقہ ہے۔ مشرق میں تبت (چین)، جنوب میں بھارت اور پاکستان اور شمال مغرب میں افغانستان اور پاکستان کا شمال مغربی سرحدی صوبہ ہے۔ اس طرح ریاست کی سرحدیں دنیا کے پانچ ممالک عوامی جمہوریہ چین، ہندوستان، پاکستان، افغانستان اور جمہوریہ تاجکستان سے ملتی ہیں۔ پامیر کی بلند سطح مرتفع، جسے دنیا کی چھت کہا جاتا ہے (Roof of the World)، کشمیر کے شمال میں واقع ہے۔

ریاست کی ۷۵۰ میل سرحدیں عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ، ۳۰۰ میل بھارت کے ساتھ، ۶۰۰ میل پاکستان کے ساتھ اور ۵۰ میل افغانستان کے ساتھ ملتی ہیں۔ وسط ایشیا کی ریاست تاجکستان کو جموں کشمیر سے واخان کی ایک تنگ پٹی جدا کرتی ہے۔ اس پٹی کو روس اور برطانوی سامراج نے ۱۸۹۰ء میں افغانستان میں شامل کرلیا تھا تاکہ زار روس کی افواج کو ریاست جموں کشمیر اور ہندوستان کی طرف پیش قدمی سے روکا جاسکے۔ ایک سمجھوتے کے تحت زار روس کی افواج نے پامیر سے آگے پیش قدمی نہ کرنے کا عہد کیا۔ ۲۰ میل چوڑی "واخان" کی پٹی کو ایک بفرزون (Buffer Zone) کی حیثیت سے افغانستان کے ساتھ ملا دیا گیا۔ اس کی چوڑائی بعض مقامات پر صرف دس میل رہ جاتی ہے۔

تاشقند
ازبکستان
بخارا
سمرقند
ترمذ
ایران
مشہد
افغانستان
کابل
پاکستان
بھارت

چوتھا باب

رقبہ

ریاست جموں کشمیر کا کل رقبہ ۸۴۴۷۱ مربع میل ہے۔ رقبہ کی صوبہ وار تقسیم ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو حسب ذیل تھی:

صوبہ جموں	۱۲۳۷۸ مربع میل
صوبہ کشمیر	۸۵۳۹ مربع میل
سرحدی صوبہ لداخ و گلگت	۶۳۵۵۴ مربع میل
کل رقبہ	۸۴۴۷۱ مربع میل

رقبہ کے لحاظ سے ریاست جموں کشمیر دنیا کے ۱۱۰ آزاد ممالک سے بڑی ہے۔ ان ممالک کے رقبوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

نمبر شمار	نام ملک		رقبہ (مربع میل)
۱۔	گیانا	Guyana	83,000
۲۔	بیلاروس	Belarus	80,134
۳۔	کرغیزستان	Kyrghyzstan	76,642
۴۔	سینی گال	Senegal	75,750
۵۔	شام	Syria	71,498
۶۔	کمبوڈیا	Combodia	70,238

68,037	Uraguay	۷۔ یوراگوئے
63,170	Tunis	۸۔ تیونس
63,037	Suriname	۹۔ سری نام
55,813	Bangladesh	۱۰۔ بنگلہ دیش
55,136	Nepal	۱۱۔ نیپال
54,019	Tajikistan	۱۲۔ تاجکستان
51,146	Greece	۱۳۔ یونان
50,193	Nicaragua	۱۴۔ نکاراگوا
46,540	North Korea	۱۵۔ شمالی کوریا
45,747	Malavi	۱۶۔ ملاوی
44,365	Bulgaria	۱۷۔ بلغاریہ
44,218	Cuba	۱۸۔ کیوبا
43,490	Benin	۱۹۔ بینین
43,277	Hondoras	۲۰۔ ہینڈوراس
42,042	Guatemala	۲۱۔ گوئے مالا
39,769	Iceland	۲۲۔ آئس لینڈ
38,250	Liberia	۲۳۔ لائبیریا
38,025	South Korea	۲۴۔ جنوبی کوریا
37,737	Jordon	۲۵۔ اردن
36,390	Portugal	۲۶۔ پرتگال
36,170	Eritrea	۲۷۔ ایری ٹیریا

۳۶		
۲۸۔ ہنگری	Hungary	35,919
۲۹۔ آذربائی جان	Azerbaijan	33,400
۳۰۔ آسٹریا	Austria	32,375
۳۱۔ متحدہ عرب امارات	U.A.E	32,010
۳۲۔ چیک ری پبلک	Czech Republic	30,449
۳۳۔ پانامہ	Panama	29,765
۳۴۔ سیارالیون	Sierraleon	27,925
۳۵۔ آئرلینڈ	Ireland	27,136
۳۶۔ جارجیا	Georgia	26,911
۳۷۔ سری لنکا	Srilanka	25,332
۳۸۔ لتھوانیا	Lithuania	25,170
۳۹۔ لاتویا	Latvia	24,900
۴۰۔ کروایشیا	Croatia	24,819
۴۱۔ توگو	Togo	21,622
۴۲۔ بوسنیا	Bosnia	19,741
۴۳۔ کوسٹاریکا	Costarica	19,652
۴۴۔ سلووا کیہ	Slovakia	18,932
۴۵۔ ڈومینکن ری پبلک	Dominican Republic	18,704
۴۶۔ بھوٹان	Bhutan	18,147
۴۷۔ اسٹونیا	Estonia	17,413
۴۸۔ ڈنمارک	Denmark	16,633

15,943	Switzerland	۴۹۔ سوئٹزرلینڈ
15,770	Netherlands	۵۰۔ نیدرلینڈ
13,948	Guinea Bissa	۵۱۔ گنی بساؤ
13,885	Taiwan	۵۲۔ تائی وان
13,012	Moldova	۵۳۔ مالدووا
11,780	Belgium	۵۴۔ بلجیم
11,720	Lesotho	۵۵۔ لیسوتھو
11,306	Armenia	۵۶۔ آرمینیا
11,100	Albania	۵۷۔ البانیہ
10,747	Burundi	۵۸۔ برونڈی
10,640	Solomon Islands	۵۹۔ جزائر سلیمان
10,579	Haiti	۶۰۔ ہیٹی
10,169	Ruwanda	۶۱۔ روانڈا
9,928	Macedonia	۶۲۔ مقدونیہ
8,950	Djibouti	۶۳۔ جبوتی
8,867	Belize	۶۴۔ بلائزے
8,124	El-Silvador	۶۵۔ ال سلواڈور
7,847	Israel	۶۶۔ اسرائیل
7,819	Slovenia	۶۷۔ سلووینیا
7,055	Fiji	۶۸۔ فجی
6,880	Kuwait	۶۹۔ کویت
6,705	Swazi Land	۷۰۔ سوازی لینڈ

۷۱۔ وان واتو	Vanwatu	5,700
۷۲۔ بہاماز	Bahamas	5,380
۷۳۔ قطر	Qatar	4,247
۷۴۔ جمیکا	Jamaica	4,232
۷۵۔ گیمبیا	Gambia	4,127
۷۶۔ لبنان	Lebanon	4,015
۷۷۔ قبرص	Cyprus	3,752
۷۸۔ برونائی	Brunai	2,226
۷۹۔ ٹرینی داد	Trinidad	1,980
۸۰۔ کیپ وردی	Cape Verde	1,557
۸۱۔ مغربی سماوا	Western Samova	1,133
۸۲۔ لکسمبرگ	Luxem Bourg	999
۸۳۔ کوموروز	Comoros	838
۸۴۔ ماریشس	Mauritious	720
۸۵۔ ساؤتامے	Saotome	372
۸۶۔ ڈومی نیکا	Dominica	290
۸۷۔ مائیکرونیزیا	Micronesia	270
۸۸۔ ٹونگا	Tonga	270
۸۹۔ بحرین	Bahrain	268
۹۰۔ کیری باتی	Kiribati	266
۹۱۔ سینٹ لوشیا	St. Lucia	238
۹۲۔ سنگاپور	Singapore	224



نقشہ وادیٔ کشمیر

نواں باب

ریاست کی انتظامی تقسیم

ا۔ بھارت کے زیر کنٹرول علاقے

حالیہ اعداد و شمار کے مطابق بھارت کے زیر قبضہ جموں کشمیر کا علاقہ انتظامی طور پر ۱۴ اضلاع میں منقسم ہے جس کی ضلع و تحصیل وار تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) صوبہ جموں

۱۔ ضلع جموں

اس ضلع کی چار تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل جموں، (۲) تحصیل سانبہ، (۳) تحصیل رنبیر سنگھ پورہ، (۴) تحصیل اکھنور

۲۔ ضلع کٹھوعہ

اس ضلع کی بھی چار تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل کٹھوعہ، (۲) تحصیل ہیرا نگر، (۳) تحصیل بسولی، (۴) تحصیل بلاور

۳۔ ضلع اودھم پور

یہ ضلع چار تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل اودھم پور، (۲) تحصیل رام نگر، (۳) تحصیل ریاسی، (۴) تحصیل گلاب گڑھ

۷۔ ضلع راجوری

یہ ضلع تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل راجوری، (۲) تحصیل نوشہرہ، (۳) تحصیل بدھل

۸۔ ضلع پونچھ

اس ضلع کو تین تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے: (۱) تحصیل حویلی، (۲) تحصیل مینڈھر، (۳) تحصیل سُرن کوٹ (پونچھ)

۹۔ ضلع ڈوڈہ

ضلع ڈوڈہ چار تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل ڈوڈہ، (۲) تحصیل رام بن، (۳) تحصیل کشتواڑ، (۴) تحصیل بھدرواہ

(ب) صوبہ کشمیر

۱۔ ضلع سری نگر

اس ضلع میں تین تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل سری نگر، (۲) تحصیل گاندربل، (۳) تحصیل کنگن

۲۔ ضلع اننت ناگ

یہ ضلع چار تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل اننت ناگ (اسلام آباد)، (۲) تحصیل کلگام، (۳) تحصیل ڈورو، (۴) تحصیل کولگام

۳۔ ضلع بڈگام

اس ضلع کو چار تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے: (۱) تحصیل بڈگام، (۲) تحصیل بیروہ، (۳) تحصیل چاڈورا، (۴) تحصیل ماگام

تراڑ، (۴) تحصیل پامپور

۵۔ ضلع بارہ مولہ

ضلع بارہ مولہ کی ۷ تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل بارہ مولہ، (۲) تحصیل سوپور، (۳) تحصیل اوڑی، (۴) تحصیل بانڈی پورہ، (۵) تحصیل تنگمرگ، (۶) تحصیل سونہ واری، (۷) تحصیل پٹن

۶۔ ضلع کپواڑہ

یہ ضلع تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل کپواڑہ، (۲) تحصیل ہندواڑہ، (۳) تحصیل کرناہ

(ج) صوبہ لداخ

۱۔ ضلع لداخ

ضلع لداخ کی دو تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل لیہ، (۲) تحصیل پدم

۲۔ ضلع کرگل

اس ضلع کی بھی دو تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل کرگل، (۲) تحصیل دراس

۲۔ پاکستان کے زیر کنٹرول علاقے

(الف) آزاد کشمیر

آزاد کشمیر کا خطہ سات اضلاع پر مشتمل ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ ضلع میرپور

اس ضلع کی دو تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل میرپور، (۲) تحصیل ڈڈیال

۲۔ ضلع کوٹلی

ضلع کوٹلی تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل کوٹلی، (۲) تحصیل سہ

(۳) تحصیل نگیال (فتح پور)

۴۔ ضلع پونچھ

ضلع پونچھ دو تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل راولاکوٹ، (۲) تحصیل ہجیرہ

۵۔ ضلع باغ

ضلع باغ میں تین تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل باغ، (۲) تحصیل حویلی، (۳) تحصیل دھیرکوٹ

۵۔ ضلع مظفر آباد

یہ ضلع تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل مظفر آباد، (۲) تحصیل ہٹیاں، (۳) تحصیل اٹھمقام

۶۔ ضلع سدھنوتی

یہ ضلع دو تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل پلندری، (۲) تحصیل تراڑکھل

۷۔ ضلع بھمبر

ضلع بھمبر میں تین تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل بھمبر، (۲) تحصیل سماہنی، (۳) تحصیل برنالہ

(ب) گلگت بلتستان

۱۔ ضلع گلگت

اس ضلع میں تین تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل گلگت، (۲) تحصیل نگر، (۳) تحصیل ہنزہ

۲۔ ضلع دیامر

یہ ضلع تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل چلاس، (۲) تحصیل استور، (۳) تحصیل داریل تانگیر

۳۔ ضلع نذر

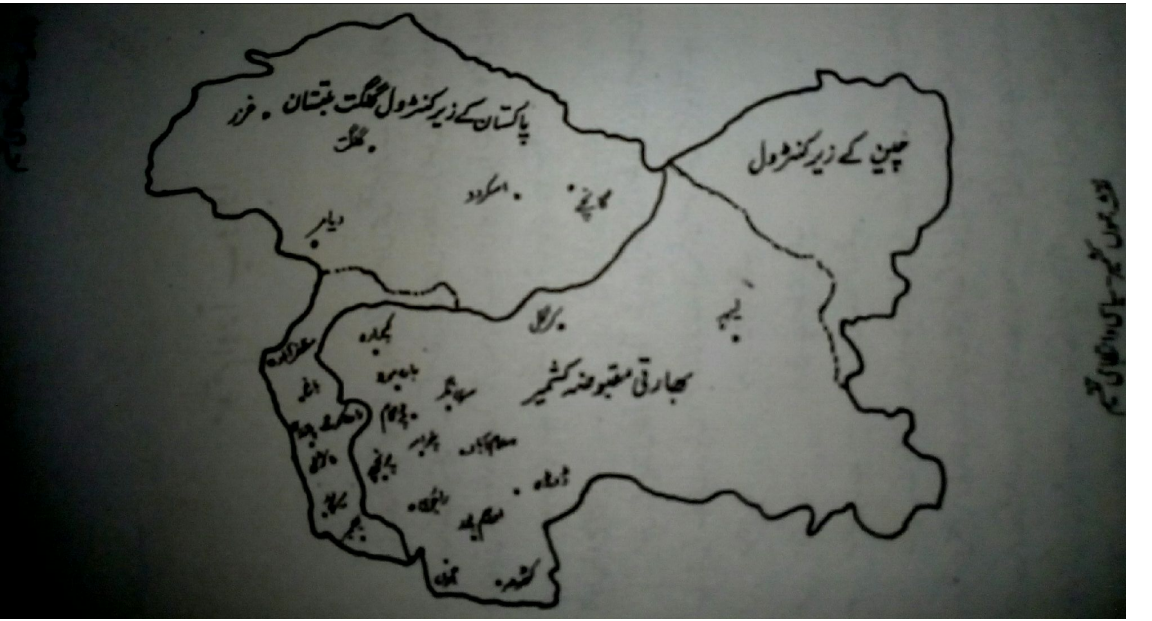
ضلع نذر چار تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل پنیال، (۲) تحصیل اشکومن، (۳) تحصیل گوپس، (۴) تحصیل یاسین

۴۔ ضلع اسکردو

اس ضلع کی پانچ تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل سکردو، (۲) تحصیل روندو، (۳) تحصیل شگر، (۵) تحصیل گلتری، (۵) تحصیل کھرمنگ

۵۔ ضلع گھانچی

یہ ضلع تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل خپلو، (۲) تحصیل سیاچین، (۳) تحصیل ماشربروم


پاکستان کے زیر کنٹرول گلگت بلتستان ۔ غزر
گلگت
اسکردو
گلوبچے
دیامر
چین کے زیر کنٹرول
برگل
لیہہ
بھارتی مقبوضہ کشمیر
کارگل
سری نگر
بارہمولہ
پونچھ
راجوری
کشتواڑ

دوسرا باب

موسم اور آب وہوا

ریاست جموں کشمیر کی آب وہوا کو مختلف خطوں میں تقسیم کر کے ہی بیان کیا جا سکتا ہے۔ ایک ایسی سرزمین جس کی سطح سمندر سے بلندی ۱۲۰۰ فٹ (جموں) سے ۲۵۵۶۱ فٹ (راکاپوشی) اور ۲۸۱۰۰ فٹ (گیشر بروم) تک جا رہی ہو، وہاں آب وہوا کا متنوع ہونا قدرتی امر ہے۔ چنانچہ اسے الگ الگ ڈویژنوں میں بیان کیا جائے گا۔

جموں ڈویژن

جموں کے پہاڑی علاقوں کو چھوڑ کر بقیہ میدانی علاقے استوائی گرمی اور مون سون کی حدود میں آتے ہیں۔ یہاں موسم کے لحاظ سے سال کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔	موسم سرما	نومبر سے فروری تک
۲۔	موسم گرما	مارچ سے وسط جون تک
۳۔	موسم برسات	وسط جون سے اکتوبر تک

سردیوں کے موسم میں یہاں اوسط درجہ حرارت کم سے کم ۵ ڈگری اور زیادہ سے زیادہ ۲۶ ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ گرمیوں میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ لو چلتی ہے اور اوسط درجہ حرارت کم سے کم ۱۸ اور زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجے سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ برسات کے موسم میں گرمی کی شدت اور برسات مل کر قیامت کا حبس پیدا کرتی ہیں اور بعض اوقات ہوا میں نمی کا تناسب (Humidity) ۸۵ فیصد تک بڑھ جاتا ہے۔ جموں کے علاقہ میں بارش کا

سالانہ اوسط ۹۶ سینٹی میٹر ہے۔

صوبے کے پہاڑی علاقوں جن میں بھدرواہ، ڈوڈہ، کشتواڑ، بٹوت، رام بن وغیرہ علاقے شامل ہیں۔ آب وہوا وادیٔ کشمیر سے ملتی جلتی ہے۔

کشمیر ڈویژن

کشمیر میں سال کو چھ موسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ سونتھ یا سونت کال	(Sonth)	(بہار)	وسط مارچ سے وسط مئی تک
۲۔ گریشم	(Grisham)	(گرما)	وسط مئی سے وسط جولائی تک
۳۔ وہرات	(Wahrat)	(برسات)	وسط جولائی سے وسط ستمبر تک
۴۔ ہرد	(Harud)	(خزاں)	وسط ستمبر سے وسط نومبر تک
۵۔ وندہ	(Wandh)	(سرما)	وسط نومبر سے وسط جنوری تک
۶۔ ششر	(Shishur)	(سخت سردی)	وسط جنوری سے وسط مارچ تک

بقول سر والٹر لارنس وادیٔ کشمیر کی آب وہوا کا موازنہ موسم بہار میں سوئٹزرلینڈ سے اور جولائی اگست میں جنوبی فرانس سے کیا جاسکتا ہے۔ ایسا کوئی خطہ اس کرۂ ارض پر نہیں ہے جس کے بارے میں حتمی طور پر یہ کہا جاسکے کہ وہاں کی آب وہوا مکمل طور پر کشمیر جیسی ہے۔

غیر ملکی سیاحوں میں سے لارنس (Lawrence) کے علاوہ برنیئر (Bernier)، فورسٹر (Forster)، وائین (Vigne)، سٹین (Stein)، فریڈرک ڈریو (Fredrick Drew)، گوڈون آسٹن (Godwin Austin)، اولڈھم (Oldham)، جوشوا ڈیوک (Joshua Duke) اور بہت سے دوسرے مورخین اور محققین نے کشمیر کے ارضیاتی حسن اور آب وہوا کی پاکیزگی کی تعریف کی ہے۔

موسم سرما میں یہاں کا درجہ حرارت کم سے کم ۶ اور زیادہ سے زیادہ ۱۴ درجہ سینٹی گریڈ رہتا ہے۔ جھیلیں جم جاتی ہیں۔ جنوری کا مہینہ سرد ترین مہینہ ہوتا ہے۔ سرما میں شدید

برف باری ہوتی ہے۔ بہار کا موسم خوبصورت ترین موسم ہے جس میں اوسط درجہ حرارت کم سے کم ۱۲ درجہ اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ ڈگری رہتا ہے۔ اس موسم میں ساری وادی سبزہ اور پھولوں سے مزین ہو جاتی ہے۔ موسم گرما میں جولائی گرم ترین مہینہ ہوتا ہے جس میں درجہ حرارت ۳۷ ڈگری سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔ سری نگر میں بارش کا سالانہ اوسط ۸۴ سینٹی میٹر ہے۔

لداخ ڈویژن

اس خطہ کی آب و ہوا خشک لیکن صحت بخش ہے۔ بارش بالکل معمولی ہوتی ہے۔ لیہ میں بارش کا سالانہ اوسط صرف ۲۰ سینٹی میٹر ہے۔ برف باری بہت ہوتی ہے۔ بادل کے چھٹنے اور گرجنے کا یہاں کوئی نشان نہیں۔ درجہ حرارت میں اتار چڑھاؤ روپشو کے علاقہ میں بہت شدید ہوتا ہے۔ والٹر لارنس نائٹ (Knight) کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ "فضا اتنی ہلکی اور نمی سے عاری ہوتی ہے کہ درجہ حرارت کا اتار چڑھاؤ بہت شدید ہوتا ہے۔ دن کے وقت چٹانیں سورج کی گرمی سے اس قدر تپ جاتی ہیں کہ انہیں ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا لیکن سائے میں ہوا انتہائی خشک ہوتی ہے۔ ایک جانب دھوپ کی تمازت سے شدید گرمی اور دوسری جانب تکلیف دہ حد تک سردی یہاں کے عام معمولات میں سے ہے۔ لیہ میں گرمیوں میں درجہ حرارت کا اوسط کم سے کم ۷ ڈگری اور زیادہ سے زیادہ ۳۸ درجہ سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔

لداخ کا کوئی بھی حصہ سطح سمندر سے آٹھ ہزار فٹ سے کم بلندی پر واقع نہیں ہے۔ آبادی عام طور پر سطح سمندر سے بارہ ہزار سے پندرہ ہزار فٹ کی بلندی پر ہوتی ہے۔ پندرہ ہزار فٹ کی بلندی تک فصلیں بوئی اور کاٹی جاتی ہیں لیکن اس سے اوپر نہ تو کوئی ہریالی ملتی ہے نہ ہی کوئی جنگلی جانور۔ لداخ کے بعض پہاڑ ایسے ہیں جہاں ہمیشہ تازہ برف موجود رہتی ہے۔ بعض وادیاں ایسی ہیں جہاں قطعاً برف باری نہیں ہوتی البتہ وہاں صرف سرد و خشک ہوائیں چلتی ہیں۔ ایسے علاقوں میں آبادی کا نام و نشان نہیں۔

گلگت

گلگت کے میدانی علاقوں میں آب و ہوا گرمیوں میں خشک اور گرم رہتی ہے۔ آس پاس کے پہاڑ چونکہ جنگل سے بالکل خالی ہیں، اس لیے سورج کی تپش سے چٹانیں بہت گرم ہو جاتی ہیں اور درجہ حرارت ۴۰ ڈگری سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔ سردیوں میں برف پڑتی ہے لیکن گلگت شہر میں چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتی۔ بارش بہت کم ہوتی ہے۔ گلگت شہر کا علاقہ سطح سمندر سے ۴۸۰۰ فٹ بلند ہے۔ جبکہ وادی ہنزہ ۸۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں کا زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت گرمیوں میں ۲۸ درجہ سینٹی گریڈ ہوتا ہے جبکہ سردیوں میں کم سے کم صفر درجہ تک گر جاتا ہے۔ گلگت کا زیریں علاقہ بونجی اور چیلاس وغیرہ گرمیوں میں بہت گرم ہوتا ہے جبکہ وادی استور کی آب و ہوا کشمیر سے ملتی ہے۔

بلتستان

بلتستان کا خطہ چھ وادیوں پر مشتمل ہے: شگر، سکردو، خپلو، روندو، کھرمنگ اور گلتری۔ سکردو اور شگر کی وادیاں سطح سمندر سے ۷۵۰۰ فٹ اور خپلو کی وادی ۸۴۰۰ فٹ بلندی پر واقع ہے۔ سردیوں میں یہاں کا درجہ حرارت منفی ۱۵ ڈگری سینٹی گریڈ تک گر جاتا ہے جبکہ گرمیوں میں بھی ۴۰ درجہ سے آگے نہیں بڑھتا۔ البتہ گرمیوں میں دریائے سندھ کے کنارے ریتلے علاقوں میں، خاص طور پر روندو میں بہت گرمی پڑتی ہے۔ سکردو اور شگر میں وسط دسمبر سے وسط مارچ تک برف رہتی ہے۔ بہار اور خزاں کے موسم بہت خوشگوار ہوتے ہیں۔

بلتستان پہلوں کی سرزمین ہے۔ یہ خطہ سیاحوں کی جنت کہلاتا ہے کیونکہ قطبین کے بعد دنیا کے بڑے بڑے گلیشیرز مثلاً سیاچن، بالتورو، بیافو، سنولیک، چھوغولنگما اور گونڈوگورو کے علاوہ دنیا کی بلند ترین چوٹیاں کے۔ ٹو، براڈ پیک، گاشابروم، چھوغولنگما، گولڈن تھرون، ماشابروم اور مستاغ ناور اسی علاقہ میں واقع ہیں۔ بلتستان میں دنیا کا خوبصورت ترین اور

بلند ترین سطح مرتفع میدان دیوسائی بھی واقع ہے جسے قدرت نے انواع و اقسام کے پھولوں اور جڑی بوٹیوں سے نواز رکھا ہے۔ اس میدان میں کئی خوبصورت جھیلیں بھی ہیں۔ بلتستان کو مختلف تواریخ میں تبت خورد، بیالتے، بلور ستان اور بالتی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

گیارہواں باب

کوہستانی سلسلے

سلسلہ پیر پنجال

یہ سلسلہ رام بن سے شروع ہو کر وادیٔ کشمیر کے جنوب مغرب میں مظفر آباد کے آخری سرے تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ سلسلہ ۲۸۸ کلو میٹر لمبا اور ۴۰ سے ۵۰ کلو میٹر تک چوڑا ہے۔ اس سلسلے میں درۂ پیر پنجال، درۂ بانہال، درۂ حاجی پیر، درۂ رتن پیر، درۂ پیر ام گلہ اور درۂ گلاب گڑھ شامل ہیں جن کا تفصیلی ذکر مشہور روزوں کے ضمن میں آئے گا۔ اس سلسلہ کا سب سے اونچا پہاڑ حنہ کوئی ہے جو ۱۵۵۲۴ فٹ بلند ہے۔ گل مرگ کے قریب اس سلسلہ کوہ کی اونچائی ۱۲۵۰۰ فٹ ہے۔

سلسلہ شوالک (Shivalak)

کم تر بلندی کے پہاڑوں کا یہ سلسلہ صوبہ جموں کے جنوبی میدانی علاقے اور سلسلہ پیر پنجال کے درمیان ۲۴۰ کلو میٹر تک (۱۵۰ میل) پھیلا ہوا ہے۔ اودھم پور، ریاسی، رام نگر، میر پور اور پونچھ کے علاقے اسی سلسلہ کوہ میں واقع ہیں۔ اس کی بلندی ۲۰۰۰ فٹ اور ۳۰۰۰ فٹ کے درمیان ہے۔

کوہستان زنسکار (Zanskar)

یہ سلسلہ کوہ ریاست کی جنوب مشرقی سرحد سے شمال مغرب کی طرف بلتستان کی سرحد تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ وادیٔ چناب اور وادیٔ کشمیر کو لداخ سے جدا کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ

میں یہ جموں اور کشمیر کے صوبہ جات اور لداخ کے درمیان حد فاصل کا کام دیتا ہے۔ ۲۳۴۰۰
فٹ بلند چوٹی نونکنہ (Nunkun) اسی سلسلے میں واقع ہے اور لداخ کو جموں اور کشمیر سے
ملانے والے درۂ مارمل سمیت کئی درّے اس میں موجود ہیں۔ درۂ زوجیلا، جس کی بلندی
۱۳۰۰۰ فٹ ہے زنسکار کے انتہائی شمال مغرب میں واقع ہے۔ زنسکار کا سلسلہ کوہ عظیم تر
سلسلہ ہمالیہ کا ایک حصہ ہے۔ کوہستان زنسکار سے کئی دریا نکل کر شمال کی طرف بہتے ہوئے
دریائے سندھ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جن میں دریائے ہانلے، دریائے کھرنا، دریائے
زنسکار، دریائے سورو اور دریائے شنکو شامل ہیں۔

سلسلہ قراقرم (Karakoram)

سلسلہ قراقرم پامیر کے قریب کوہ ہندوکش کے انتہائی شمال سے شروع ہو کر بلتستان
کے شمال سے ہوتا ہوا شمال مشرق میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی کل لمبائی ۴۸۲۸ کلومیٹر (۳۰۰
میل) ہے۔ چوڑائی ۴۶ کلومیٹر (۲۹ میل) سے ۴۸ کلومیٹر (۳۰ میل) ہے۔ قراقرم کا یہ
سلسلہ ریاست جموں کشمیر کو تبت، چین اور ترکستان کی ریاستوں سے جدا کرتا ہے۔ سائبیریا
کی سرد ہواؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔ سلسلہ قراقرم میں ۳۰۰ چوٹیاں ۵۲۰۰ فٹ سے ۲۸۰۰۰
فٹ تک بلند ہیں جن میں سے ۱۵۰ چوٹیاں بلتستان میں واقع ہیں۔ کے ٹو (K-2) کی چوٹی،
جو دنیا کی بلند چوٹیوں میں دوسرے نمبر پر ہے (۲۸۲۵۰ فٹ)، اسی سلسلے میں واقع ہے۔
ماشر بروم، گیشر بروم اور سیاچین سمیت بڑے بڑے گلیشیر اسی سلسلہ کوہستان میں واقع
ہیں۔ کئی پہاڑی جھیلیں اور گرم پانی کے چشمے مختلف وادیوں میں موجود ہیں جن کا ذکر اپنے
مقام پر آئے گا۔ سلسلہ قراقرم کی وادیاں کئی دریاؤں اور ندی نالوں کو جنم دیتی ہیں جو آخر کار
دریائے سندھ میں شامل ہو کر اس کا حجم بڑھاتے ہیں۔ ۱۸۳۰۰ فٹ بلند درۂ قراقرم کشمیر اور
وسط ایشیا کی دوسری ریاستوں کے درمیان ایک تاریخی گزرگاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ علاوہ
ازیں درۂ ہلکتام، درۂ آغل اور درۂ مُنجراب اسی سلسلے میں واقع ہے۔ قراقرم ترکی زبان کا

لفظ ہے جس کے معنی ہیں "کالی چٹانیں"۔

سلسلہ ہندوکش

یہ سلسلہ کوہ گلگت کے شمال میں پامیر کے قریب سے شروع ہو کر جنوب مغرب کی جانب پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ (NWFP) میں دور تک چلا گیا ہے۔ اس سلسلہ کوہ کے مغرب میں واخان کی ایک تنگ پٹی جموں کشمیر کے صوبہ گلگت کو وسط ایشیا سے جدا کرتی ہے۔ یہ پٹی زار روس کی حکومت اور حکومت برطانیہ کے مابین ۱۸۹۰ء میں طے پانے والے ایک معاہدہ کے تحت افغانستان میں شامل کی گئی تھی تاکہ دونوں بڑی طاقتوں کے درمیان غیر جانبدار علاقہ کا کام دے سکے۔

سلسلہ ہندوکش میں واقع درۂ منتکا، درۂ گلگت، درۂ چلنجی اور درۂ کرمبر کشمیر کو وسط ایشیا کی دیگر ریاستوں سے ملاتے ہیں۔ اس سلسلہ کوہ کے دامن سے دریائے چترال، دریائے اشکومن، دریائے غذر، دریائے گلگت اور دریائے شندور نکلتے ہیں جو آگے جا کر باہم اکٹھے ہو کر دریائے سندھ میں شامل ہوتے ہیں۔

سلسلہ نانگا پربت

شمال مغرب سے جنوب مشرق کی جانب یہ سلسلہ کوہ چیلاس اور استور کے درمیان واقع ہے۔ دس میل تک اس کی بلندی ۲۲۰۰۰ فٹ ہے۔ پھر ۶۰ میل تک اس کی بلندی ۱۴۰۰۰ فٹ رہ جاتی ہے۔ ۸۰ میل کے بعد اس کی بلندی پھر ۱۷۰۰۰ فٹ اور ۱۷۴۰۰۰ فٹ کے درمیان ہو جاتی ہے۔ جبکہ اس کی چوٹیاں ۲۰۰۰۰ فٹ تک چلی جاتی ہیں۔ اس طرح نانگا پربت کا یہ سلسلہ کوہ ۱۲۰ میل لمبائی اور ۱۲ تا ۲۴ میل چوڑائی پر پھیلا ہوا ہے۔ مشرق میں جا کر یہ سلسلہ پیر پنجال سے مل جاتا ہے۔ نانگا پربت اس سلسلہ کی سب سے اونچی چوٹی ہے جس کی بلندی ۲۶۶۶۰ فٹ ہے۔

کوہستان دیوسائی

ریاست کے صوبہ کشمیر اور گلگت بلتستان کے درمیان کوہستان دیوسائی کا ایک سلسلہ قائم ہے۔ اس سلسلہ میں اسی نام کا ایک میدان ہے جس کا رقبہ ۵۸۰ مربع میل ہے۔ یہ سارا علاقہ غیر آباد ہے اور چاروں طرف سے سنگلاخ پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے جن کی بلندی ۱۶۰۰۰ فٹ سے ۱۷۰۰۰ فٹ تک ہے۔ گریز سے اسکردو جانے والی سڑک دیوسائی سے گزر کر جاتی ہے۔ درۂ تراگ بل اور درۂ برزل اس سلسلہ کے دو اہم درّے ہیں جو وادیٔ کشمیر کو بلتستان اور گلگت سے ملاتے ہیں۔

کوہ ہرمکھ

کوہستان ہمالیہ کی ایک شاخ ہے جو وادیٔ جہلم اور وادیٔ نیلم (کشن گنگا) کے درمیان واقع ہے۔ یہ وادیٔ کشمیر کے شمال مشرقی حصہ میں سری نگر سے بالکل شمال کی جانب واقع ہے۔ صبح اور شام کو چھوڑ کر باقی سارا دن بادل چھائے رہتے ہیں۔ چوٹی کا نام بھی ہرمکھ ہے جو ۱۶۹۸۰ فٹ بلند ہے۔ چوٹی مربع شکل کی ہے اور ہر طرف سے نظر آتی ہے اسی لیے اس کا نام ہرمکھ پڑ گیا ہے۔

کوہ گوشہ براری

پہل گام سے شمال مشرق کی جانب دریائے لدر کے دائیں کنارے کی جانب گوشہ براری کا پہاڑ واقع ہے۔ اس کی بلندی ۱۷۸۰۰ فٹ ہے۔ کولاہائی گلیشیر اسی پہاڑ پر واقع ہے۔

آتش فشاں پہاڑ

اوتر مچھی پورہ (ہندواڑہ) میں ایک آتش فشاں پہاڑ واقع ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۶۰۰۰ فٹ بلند ہے۔ ۱۸۷۸ء میں پورے ایک سال تک اور ۱۸۳۸ء میں ایک ماہ تک یہ پہاڑ آگ اگلتا رہا۔ سربل ناگ ہرمکھ کی چوٹی میں واقع ہے۔ یہاں سے تھیل دلر کے شمال مشرقی حصے کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

بارھواں باب

ریاست کے بڑے اور چھوٹے دریا

ریاست کے بڑے دریاؤں کی تعداد آٹھ ہے۔ اور ان کے چھوٹے معاون دریاؤں کی ۳۶۔ اگلی سطور میں ان تمام دریاؤں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ چھوٹے معاون دریاؤں کو ندی کا نام دیا گیا ہے۔

۱۔ دریائے سندھ

اس کا انگریزی نام انڈس (Indus)، سنسکرت نام سندھو، یونانی نام سنتھوس (Sinthos)، تبتی نام سنگے کھاب (Sanghe Khabab) یعنی شیر کے دہانے والا ہے۔ ایک انگریز مصنف نے اس پر کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام "شیر دریا" ہے۔ اس کی کل لمبائی اپنے منبع سے دہانے تک ۲۸۸۰ کلومیٹر یعنی ۱۸۰۰ میل ہے۔

یہ دریا مغربی تبت میں ۱۷۰۰۰ فٹ کی بلندی پر مپھیل مانسرور سے جنم لیتا ہے۔ لداخ میں داخل ہو کر ۳۰۰ میل تک شمال مغرب کی جانب لداخ اور زنسکار کے درمیان سفر جاری رکھتا ہے۔ گلگت میں داخل ہونے کے بعد اس کا رخ اچانک جنوب کی جانب ہو جاتا ہے۔ دریائے زنسکار، شیوک، شیگر اور گلگت کو ساتھ لے کر پاکستان میں داخل ہو جاتا ہے جہاں تربیلہ کے مقام پر اس پر ایک عظیم بند تعمیر کیا گیا ہے۔ اٹک کے قریب دریائے کابل اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ آگے جا کر پاکستان کے سارے ہی دریا اس میں ضم ہو جاتے ہیں۔ کراچی کے مقام پر یہ عظیم دریا بحیرۂ عرب میں گر جاتا ہے۔

دنیا کا کوئی اور دریا ایسا نہیں ہے جس کی اتنے بہت سارے گلیشیرز نے پرورش کی ہو۔ کسی بھی دریا کو دنیا کی مشہور ترین چوٹیوں سے بہہ کر آنے والی ندیوں کی مدد حاصل نہیں ہے، جن میں کے ٹو، ترچ میر، گیشیر بروم، راکاپوشی، نانگا پربت وغیرہ شامل ہیں۔ لداخ میں داخل ہونے سے سزین کے مقام پر ریاست کی حدود سے نکلنے تک اس میں ۲۵ چھوٹے دریا (ندیاں) شامل ہوتے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) ہانلے ندی (Hanle)

لداخ کی انتہائی جنوب مشرقی سرحد سے نکل کر شمال کی طرف بہتی ہوئی سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ب) کھرنا ندی (Khurna)

جنوب مشرقی زنسکار سے نکل کر شمال مغرب کی طرف بہتی ہوئی زنسکار ندی میں اور شمال کی طرف سنٹوک اور سہل کو مپا کے درمیان سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ج) زنسکار ندی (Zanskar)

اس کی ایک شاخ جنوب مشرقی زنسکار میں روپشو کے علاقے سے نکل کر مغرب کو بہتی ہوئی زنسکار کے صدر مقام پر پہنچتی ہے۔ دوسری شاخ وسطی زنسکار کے مختلف گلیشیرز سے نکل کر جنوب مشرق کو بہتی ہوئی پدم پہنچتی ہے۔ یہاں سے اس کا رخ شمال کو ہو جاتا ہے اور یہ کھرنا ندی کو ساتھ ملاتی ہوئی سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔ زورا ندی جنوبی سرحد کے علاقہ سے نکل کر شمال کو بہتی ہوئی زنسکار ندی میں شامل ہو جاتی ہے۔

(د) سورو ندی (Suru)

وسطی زنسکار میں نون کن چوٹی (Nunkun) کے دامن میں جنم لیتی ہے اور بالکل شمال کی طرف بہتی ہوئی کرگل کے شمال میں دریائے سندھ میں شامل ہوتی ہے۔

(ر) دراس ندی (Dras)

دراس ندی کی مختلف شاخیں مغربی زنسکار میں مختلف گلیشیرز سے جنم لے کر شمال کی طرف بہتی ہوئی کرگل کے قریب سروندی سے مل جاتی ہے اور پھر شمال میں ماردل کے مقام پر سندھ میں گر جاتی ہے۔

(س) شنگو ندی (Shingo)

شنگو ندی کی شاخیں دیوسائی کے برفیلے میدان میں جنم لے کر جنوب مشرق کو بہتی ہوئی اکٹھی ہو جاتی ہیں اور پھر دراس اور سورو سے مل کر شمال میں سندھ میں شامل ہوتی ہیں۔

(ص) دریائے شگر

شگر ندی کی ایک شاخ میشر بروم اور سلتورو گلیشیر میں جنم لے کر مغرب کی سمت بہتی ہوئی ٹنڈورا کے مقام پر دوسری شاخ میں شامل ہو جاتی ہے جو چونو لنگمو گلیشیر میں پیدا ہو کر مشرق کی جانب بہتی ہے۔ یہاں سے یہ دونوں مل کر شگر سے ہوتے ہوئے اسکردو کے مقام پر سندھ میں شامل ہو جاتی ہیں۔

(ط) استور ندی (Astore)

اس کی ایک شاخ دیوسائی کے علاقہ سے مغرب کی طرف استور پہنچتی ہے اور دوسری شاخ رگو کی طرف سے شمال کی جانب بہتی ہوئی اس سے آ کر مل جاتی ہے۔ استور سے شمال مغرب کی جانب بہتی ہوئی یہ بونجی کے جنوب میں دریائے سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ع) تانگیر ندی (Tangir)

صوبہ گلگت اور پاکستان کی سرحد پر سزین کے مقام پر تانگیر کے علاقہ سے تانگیر ندی آ کر دریائے سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

۲۔ دریائے شیوک (Shyok)

لداخ کے شمال میں واقع شیوک ایم سے ایک دریا جنم لیتا ہے جو جنوب مشرق کی

(ر) دراس ندی (Dras)

دراس ندی کی مختلف شاخیں مغربی زنسکار میں مختلف گلیشیرز سے جنم لے کر شمال کی طرف بہتی ہوئی کرگل کے قریب سرو ندی سے مل جاتی ہے اور پھر شمال میں ماردل کے مقام پر سندھ میں گر جاتی ہے۔

(س) شنگو ندی (Shingo)

شنگو ندی کی شاخیں دیوسائی کے برفیلے میدان میں جنم لے کر جنوب مشرق کو بہتی ہوئی اکٹھی ہو جاتی ہیں اور پھر دراس اور سورو سے مل کر شمال میں سندھ میں شامل ہوتی ہیں۔

(ص) دریائے شگر

شگر ندی کی ایک شاخ میشر بروم اور ستورو گلیشیر میں جنم لے کر مغرب کی سمت بہتی ہوئی ختڑورا کے مقام پر دوسری شاخ میں شامل ہو جاتی ہے جو چوغولنگمو گلیشیر میں پیدا ہو کر مشرق کی جانب بہتی ہے۔ یہاں سے یہ دونوں مل کر شگر سے ہوتے ہوئے اسکردو کے مقام پر سندھ میں شامل ہو جاتی ہیں۔

(ط) استور ندی (Astore)

اس کی ایک شاخ دیوسائی کے علاقہ سے مغرب کی طرف استور پہنچتی ہے اور دوسری شاخ رگو کی طرف سے شمال کی جانب بہتی ہوئی اس سے آ کر مل جاتی ہے۔ استور سے شمال مغرب کی جانب بہتی ہوئی یہ بونجی کے جنوب میں دریائے سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ع) تانگیر ندی (Tangir)

صوبہ گلگت اور پاکستان کی سرحد پر سزین کے مقام پر تانگیر کے علاقہ سے تانگیر ندی آ کر دریائے سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

۲۔ دریائے شیوک (Shyok)

لداخ کے شمال میں واقع شیوک ڈیم سے ایک دریا جنم لیتا ہے جو جنوب مشرق کی

طرف بہتا ہوا شیوک ٹاؤن پہنچتا ہے۔ یہاں سے دریا کا رُخ شمال مغرب کی طرف ہو جاتا ہے اور یہ دوسرے ندی نالوں کو ساتھ لیتا ہوا چلو سے گزرتا ہوا کیرس (Kiris) کے مقام پر دریائے سندھ میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے معاون دریاؤں/ندیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(الف) چپ چاپ ندی (Chip Chap)

اس کی ایک شاخ لداخ کی شمال سرحد کے قریب چپ چاپ گلیشیر سے نکل کر مغرب کی سمت بہتی ہوئی گپشان (Gapshan) پہنچتی ہے۔ یہاں اس میں ریمو Rimo گلیشیر کی طرف سے دوسری شاخ مل جاتی ہے اور یہ جنوب کی طرف بہتی ہوئی شیوک ڈیم کے قریب دریائے شیوک میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ب) گلوان ندی (Galwan)

اقصائے چین کے جنوب میں سام زنگ لنگ (Samzugling) کے علاقے سے شروع ہو کر مغرب کی جانب بہتی ہوئی دریائے شیوک میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ج) چنگ چن مو (Chang Chenmo)

لداخ کے میدان چنگ چن مو میں پامزل کے جوار میں مختلف چھوٹی ندیوں سے مل کر بنتی ہے اور مغرب کو بہتی ہوئی دریائے شیوک میں داخل ہو جاتی ہے۔

(د) نوبراندی (Nubra)

نوبراندی سیاچین گلیشیر سے نکلتی ہے اور جنوب مشرق کو سفر کرتی ہوئی دوسری ندیوں کو ساتھ ملاتی ہوئی ٹیگور کے مقام پر شیوک میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ر) سلتورو ندی (Saltoro)

اس کی ایک شاخ سلتورو کنگری چوٹی کے دامن سے شروع ہو کر جنوب مغرب کی طرف بہتی ہے۔ دوسری شاخ شمال میں ماشیر برڈم چوٹی کے دامن سے نکل کر جنوب کی

طرف بہتی ہے اور سلتورو ندی میں شامل ہوتی ہے۔ خپلو کے قریب یہ ندی شیوک دریا میں شامل ہو جاتی ہے۔

(س) بانگ کانگ

بانگ کانگ تھیل کے نواح میں ایک ندی نکل کر شمال مغرب کو بہتی ہوئی دریائے شیوک میں شامل ہو جاتی ہے۔

۳۔ دریائے گلگت

دریائے گلگت صوبہ گلگت کے انتہائی شمالی اور شمال مغربی علاقوں کے مختلف گلیشیرز اور وادیوں سے بہہ کر آنے والے مختلف چھوٹے دریاؤں اور ندیوں کے اجتماع سے بنتا ہے۔ اس لیے ہم اس کا ذکر اس کے معاون دریاؤں اور ندیوں سے کریں گے۔

(الف) خنجراب ندی (Khunjerab)

گلگت کی شمالی سرحد میں واقع درۂ خنجراب کے شمال اور جنوب میں برف پوش پہاڑوں کی وادیوں اور گلیشیرز سے وجود میں آتی ہے اور کچھ دور مغرب کی جانب سفر کر کے جنوب کا رُخ کرتی ہے۔

(ب) گوجراب ندی (Gujerab)

گوجراب کے سلسلہ کوہ میں برفانی گھاٹیوں اور چھوٹے گلیشیرز سے جنم لے کر ایک بڑی ندی کی شکل دھار لیتی ہے اور مغرب کی جانب بہتی ہوئی دریائے خنجراب میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ج) مسگر ندی (Misgar)

گلگت کی شمالی سرحد پر درۂ سنگا اور درۂ کلک کی گھاٹیاں اس کا منبع ہیں۔ جنوب مشرق کی طرف بہتی ہوئی خنجراب ندی میں شامل ہو جاتی ہے۔

(و) چپرسن ندی (Chapursan)

گلگت کے شمال مغرب میں درّہ چلٹی اور "کمپیری دیور" چوٹی کے دامن سے جنم لیتی ہے اور مشرق کی سمت بہتی ہوئی خدا آباد کے قریب نجنجراب ندی میں ضم ہو جاتی ہے۔

(ر) شمشال ندی (Shimshal)

گلگت کے شمال مشرقی خطہ میں درہ شمشال کے جنوب میں واقع ورجراب گلیشیر اور دوسرے گلیشیرز سے جنم لے کر مغرب کی جانب بہتی ہوئی پاسو (Pasu) کے مقام پر دریائے نجنجراب میں شامل ہو جاتی ہے۔ یہاں سے اس کا نام دریائے ہنزہ ہو جاتا ہے۔

(س) ہنزہ ندی (Hunza)

شمال سے مختلف سمتوں سے بہہ کر آنے والی ندیاں پاسو تک ایک بڑی ندی یا دریا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ یہاں سے اس کا نام ہنزہ ندی پڑ جاتا ہے۔ گرتک جنوب کی سمت سفر کرنے کے بعد مغرب کا رُخ اختیار کر لیتی ہے۔ ہنزہ سے گزر کر چھلت تک مغرب میں بہنے کے بعد یک لخت جنوب کا رُخ کر لیتی ہے اور وادی نومل سے ہوتی ہوئی گلگت شہر میں آ کر دریائے گلگت میں شامل ہو جاتی ہے۔ ہنزہ ندی کی ریت سے سونا نکالا جاتا ہے۔

(ص) اشکومن ندی (Ishkuman)

گلگت کے شمال مغرب میں صوبہ سرحد کی سرحد کے قریب کوہ ہندوکش کے دامن میں مختلف مقامات پر جنم لے کر اشکومن کے مقام پر ایک ندی کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور جنوب کی طرف بہتی ہوئی چترکھنڈ سے گزر کر گاکوچ کے مقام پر مغرب سے آنے والے دریائے غذر سے مل جاتی ہے۔ یہاں سے اس دریا کا نام دریائے گلگت پڑ جاتا ہے۔

(ط) یاسین ندی (Yasin)

یہ ندی درّہ درکوٹ کے قریب شمال مغربی سرحد پر واقع گلیشیرز سے جنم لے کر چھوٹے ندی نالوں کو ساتھ ملاتی ہوئی جنوب کی طرف بہتی ہوئی گوپس کے مقام پر دریائے غذر میں

شامل ہو جاتی ہے۔

(ع) دریائے غذر (Ghizar)

اس کا منبع گلگت کی مغربی سرحد پر واقع درۂ شندور کے جنوب کا علاقہ ہے۔ مختلف ندی نالوں کی شکل میں شمال کی طرف بہتا ہوا چھاشی کے مقام پر ایک دریا کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور شمال مشرق کی جانب رُخ کر کے گوپس میں اشکومن ندی کو ساتھ لے کر گاکوچ پہنچتا ہے۔ یہاں سے اس کا نام ''دریائے گلگت'' ہے۔ یہ شیر قلعہ سے ہوتا ہوا گلگت شہر میں پہنچتا ہے جہاں اس میں شمال کی طرف سے آنے والا دریائے ہنزہ شامل ہو جاتا ہے۔

گلگت شہر سے جنوب مشرق کی سمت ۳۰ کلومیٹر کے بعد یہ دریا دریائے سندھ میں شامل ہو جاتا ہے۔

۴۔ دریائے نیلم (کشن گنگا)

دریائے نیلم کا پرانا نام کشن گنگا ہے۔ یہ صوبہ کشمیر میں وادیٔ تلیل کے مشرقی حصہ سے نکل کر مغرب کی جانب بہتا ہوا برزل نالہ کو ساتھ لے کر وادیٔ نیلم میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں سے اس کا رُخ جنوب مغرب کی طرف ہو جاتا ہے۔ مظفر آباد پہنچ کر یہ دریائے جہلم میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کی لمبائی ۱۸۰ میل ہے۔ ساری گزرگاہ پہاڑی ہے اس لیے اس میں کسی بھی مقام پر کشتی رانی نہیں ہوتی تاہم اس دریا میں برقی قوت پیدا کرنے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔

دریائے نیلم کے معاون نالوں اور ندیوں میں رامن ندی وادیٔ تلیل کے جنوب میں شامل ہو جاتی ہے۔ برزل ندی وادیٔ گریز کے شمال مشرق سے آ کر شامل ہو جاتی ہے۔ مژھل نالہ دریا کے بائیں جانب سے اور کیلاب دائیں جانب سے شامل ہوتا ہے۔ دراوہ میں شاردا کے قریب سرگن نالہ شامل ہو جاتا ہے۔ جاگراں نالہ بھی دائیں جانب سے آ کر اس دریا میں گرتا ہے۔ ٹیٹوال کے قریب وادیٔ کرناہ کی ندیوں کا پانی قاضی ناگ ندی میں

جمع ہو کر نیلم میں شامل ہو جاتا ہے۔

۵۔ دریائے جہلم (Jhelum)

رگ وید میں اس دریا کا نام وتستا (Vitasta) آیا ہے۔ کشمیری میں اسے وتھ (Veth) اور یونانی اسے ہیڈسپس (Hidaspes) کہتے ہیں۔ اس کی کل لمبائی ۴۵۰ میل ہے۔

جہلم کا منبع چشمہ ویری ناگ ہے جو سطح سمندر سے ۶۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ شاہ آباد ڈورد، اسلام آباد، بج بہاڑہ، اونتی پورہ، سری نگر، سوپور، بارہ مولہ، اوڑی، مظفر آباد اور کوہالہ کے شہر اور قصبے اسی دریا کے کنارے آباد ہیں اور پاکستان میں جہلم، پنڈ دادنخان، بھیرہ اور خوشاب جہلم کے کنارے آباد ہیں۔ وادیٔ کشمیر میں ۹۰ میل تک اس میں کشتی رانی ہوتی ہے۔ اسلام آباد میں سطح سمندر سے اس کی بلندی ۵۴۰۰ فٹ، سری نگر میں ۵۲۳۵ اور ولر جھیل میں ۵۱۸۰ فٹ ہے۔ یعنی پہلے ۳۰ میل میں اس میں ۱۶۵ فٹ کی Fall اور دوسرے ۲۴ میل میں ۵۵ فٹ کی فال (Fall) بنتی ہے۔ بارہ مولہ سے ۱۹۰ میل کا سفر طے کر کے منگلا پہنچنے تک سطح سمندر سے اس کی بلندی میں ۴۰۰۰ فٹ کا فرق پڑتا ہے۔ مورخ یوسف صراف، وائن (Vigne) اور پری براؤن نے اس کی زبردست تعریف کی ہے:

"What a Tremendous Potentiality for Hydro Electricity!" (Saraf, p.7)

منگلا کے مقام پر اس پر بند باندھ کر بجلی گھر بنایا گیا ہے جس میں ۱۰۰۰ میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

وادیٔ کشمیر کے اندر بھی مہورہ کے مقام پر اس کے پانی سے ۱۵ ہزار کلوواٹ بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ یہ بجلی گھر ۱۸۵۷ء میں تعمیر ہوا تھا۔

چند سال قبل خبر آئی تھی کہ ولر کے قریب حکومت اس پر ایک بیراج تعمیر کرنے کا

منصوبہ بنا رہی ہے جس پر حکومت پاکستان نے احتجاج کیا تھا۔

منگلا کے مقام پر اس دریا سے "اپر جہلم" نہر نکالی گئی، جو پنجاب کو سیراب کرتی ہے۔ اس نہر کے بارے میں حکومت پنجاب اور ڈوگرہ حکومت کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا جس کے تحت حکومت جموں کشمیر کو سالانہ ۱۷ لاکھ روپے رائلٹی ملتی تھی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ منگلا بند کی تعمیر بھی آزاد کشمیر حکومت سے کسی معاہدے کے بغیر عمل میں آئی ہے چنانچہ یہاں پر پیدا ہونے والی بجلی، آبپاشی کے لیے حاصل ہونے والے پانی اور حقوق ماہی گیری وغیرہ آزاد کشمیر حکومت کے حیطۂ اختیارات سے باہر ہیں۔

حال ہی میں وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان نے اسلام آباد میں صحافیوں کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے بتایا ہے کہ منگلا بند کی رائلٹی کے سلسلہ میں حکومت پاکستان کے ذمے ۵ کھرب روپے رقم واجب الادا ہے۔

(ہفت روزہ "کشمیر" (Kasheer) سرینگر ۳ تا ۹ دسمبر ۱۹۹۵ء)

جہلم کے معاون دریاؤں/ندیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) آرہ پتھ (Arapath)

اسلام آباد سے شمال مشرق کی طرف "کوہ ہار" پرگنہ سے نکل کر اور جنوب مغرب کی طرف بہتے ہوئے اسلام آباد شہر کے قریب جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ب) ساندران (Sandran)

وادیٔ کشمیر کے جنوب مشرقی حدود میں درہ ننڈ مرگ کے قریب پیدا ہو کر شمال مغرب کو بہتی ہوئی اسلام آباد کے مغرب میں "آرہ پتھ" اور "برنگی" کے ساتھ جہلم میں شامل ہوتی ہے۔ جہلم یہاں سے ایک دریا کی شکل اختیار کرتا ہے۔

(ج) برنگی (Brangi)

وادیٔ کشمیر کے جنوب مشرقی خطہ میں "براری ناگ" پہاڑ کے دامن میں جنم لیتی ہے

اور شمال مغرب کی طرف آگے بڑھتی ہوئی وادی نو گ کی ایک اور ندی کو ساتھ ملاتی ہے۔ ہیلر گاؤں کے قریب کنگڑ ناگ چشمے کا پانی اس میں شامل ہو جاتا ہے اور یہ اسلام آباد کے قریب ''آرہ پتھ'' اور ''ساندرن'' سے مل کر دریائے جہلم کو وجود میں لاتی ہے۔

(د) لدر (Liddar)

شہر اسلام آباد سے تین میل کے فاصلے پر ایک اور ندی جس کا نام ''لدر'' ہے جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

پہل گام کے نواح میں پنج ترنی سے ایک ندی نکلتی ہے۔ ایک اور ندی شیش ناگ جھیل سے برآمد ہوتی ہے۔ یہ دونوں مل کر ''لدر'' کا نام اختیار کرتی ہیں۔ کولاہائی گلیشیر سے ایک اور ندی ان سے آملتی ہے۔ اسلام آباد سے چند میل شمال میں یہ دریائے جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ر) ویشو ندی (Vishau)

وادیٔ کشمیر کے جنوب مغرب میں پیر پنجال کے دامن میں کوثر ناگ نامی چشمے سے ایک ندی شمال کی جانب بہتی ہے۔ اس کے دائیں کنارے ایک اور ندی ''چنی ندی'' آملتی ہے۔ اہرو بل کی آبشار اسی مقام پر واقع ہے۔ میدانی علاقہ میں داخل ہو کر ایک اور ندی ''رمی آر'' کو ساتھ ملا کر بیج بہاڑہ سے شمال کی جانب دریائے جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔ ''رمی آر'' کا پانی دو جھیلوں نندن سر اور بھاگ سر سے آتا ہے۔

(س) رودھ گنگا ندی

یہ ندی سلسلہ پیر پنجال کی مشرقی ڈھلوان سے جنم لیتی ہے۔ یہاں اسے سنگ سفید ندی کے نام سے پکارتے ہیں۔ شمال مشرق کی طرف بہتی ہوئی چرار شریف سے چند میل کے فاصلے پر میدانی علاقے میں داخل ہو کر شمال کا رخ اختیار کر لیتی ہے اور بڈگام اور بارہ مولہ کے قریب سے گزرتے ہوئے صفا کدل کے مقام پر دریائے جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

(س) سندندی (Sind)

درۂ زد جیلا کی ڈھلوان سے ایک ندی جنم لے کر جنوب مغرب کی سمت بہتی ہوئی ایک اور ندی سے، جو دچھن پارہ کی طرف سے آتی ہے، مل کر ایک بڑی ندی کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور مغرب کی سمت بہتی ہوئی وادیٔ سندھ کو عبور کر کے شادی پور کے مقام پر جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ط) پوہرو ندی (Pohru)

یہ ان تمام چھوٹی چھوٹی ندیوں کے اجتماع سے بنی ہے جو وادیٔ کشمیر کی شمالی سرحد کی پہاڑی ڈھلوانوں سے نکلتی ہیں۔ مغل پورہ کے قریب اس میں لولاب ندی شامل ہوتی ہے۔ یہاں سے یہ جنوب کو آگے بڑھتے ہوئے سوپور سے ۳ میل کے فاصلے پر ''دب گاؤ'' گاؤں کے پاس دریائے جہلم میں شامل ہوتی ہے۔

(ع) کنہار ندی

اسے دریائے کاغان اور ''نین سکھ'' کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ درّہ بابوسر کی ترائی میں جنم لے کر وادیٔ کاغان میں سے گزرتی ہوئی اور تمام ندی نالوں کا پانی سمیٹتی ہوئی مظفر آباد کے جنوب میں دریائے جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

دریائے جہلم یہاں سے جنوب کی جانب کشمیر اور پاکستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ بہتا ہوا منگلا جھیل میں داخل ہو جاتا ہے جہاں شمال مشرق کی طرف سے دریائے پونچھ بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے۔

۶۔ دریائے پونچھ

دریائے پونچھ سلسلہ پیر پنجال کی مغربی ڈھلوانوں پر نیل کنٹھ گلی اور تھیاں گلی سے نکلتا ہے اور شمال مغرب کا رُخ کرتا ہے۔ یہاں اس کا نام سرن ہے۔ وادیٔ پونچھ کے مغرب میں منڈی کی طرف سے آنے والی ایک ندی اس سے مل جاتی ہے۔ پھر شہر پونچھ کے مغرب

میں اس سے ایک اور ندی ''بیتاز'' شامل ہو جاتی ہے۔ یہاں سے یہ باقاعدہ ایک دریا کی صورت اختیار کر کے جنوب کا رُخ اختیار کر لیتا ہے۔ وادیٔ پونچھ سے نکلتے وقت شمال مغرب کی طرف سے سواں نالہ اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ آخر کار جنوب کی طرف سفر کرتا ہوا یہ دریا چوکھ کے مقام پر منگلا جھیل میں شامل ہو جاتا ہے۔

پونچھ شہر، سہیڑ اور منہ پانی اور کوٹلی شہر اس کے کنارے آباد ہیں۔

۷۔ دریائے چناب

بھارت کے صوبہ ہماچل پردیش میں لاہول کے علاقے میں دو ندیاں چندرا اور بھاگا مختلف مقامات سے جنم لے کر کیلانگ کے مقام پر آپس میں مل جاتی ہیں اور ایک دریا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ یہاں سے اس دریا کا نام چندر بھاگا ہو جاتا ہے اور یہ شمال مغرب کا رُخ اختیار کر کے ریاست جموں کشمیر میں داخل ہو جاتا ہے۔ ریاست میں یہ ارتھل سے ہوتا ہوا کشتواڑ پہنچتا ہے اور یہاں سے اپنا رُخ موڑ کر جنوب کی سمت بہنے لگتا ہے۔ کشتواڑ میں شمال کی طرف سے آنے والا دریا ''وارڈوان'' اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ ۲۵ میل تک جنوب کی طرف بہنے کے بعد یہ جنگلوار سے مغرب کا رُخ اختیار کرتا ہے۔ رام بن سے چند میل آگے یہ جنوب مغرب کا رُخ اختیار کر کے سلال کے مقام پر پہنچتا ہے۔ سلال سے ایک بار پھر یہ جنوب کی سمت مڑ جاتا ہے اور ریاسی ہوتا ہوا اکھنور پہنچتا ہے۔ اور پھر پنجاب کے میدانوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ اکھنور کے قریب اس سے دو نہریں رنبیر نہر اور پرتاب نہر نکالی گئی ہیں جو جموں کی زمینوں کو سیراب کرتی ہیں۔ حکومت ہند نے سلال کے مقام پر اس دریا پر ایک بند تعمیر کیا ہے جس سے بجلی پیدا کرنے کے علاوہ آب پاشی کے لیے پانی بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ پنجاب میں مرالہ کے مقام پر اس سے نہر اپر چناب نکالی گئی ہے۔

دریائے توی پنجاب میں داخل ہو کر مرالہ کے قریب چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔

دریائے جہلم تریمو کے مقام پر شامل ہو جاتا ہے اور راوی سدھو کے مقام پر۔ یہاں سے دریا کا نام تریماب ہو جاتا ہے۔ پنج ند کے مقام پر یہ سندھ میں شامل ہو جاتا ہے۔ دریائے چناب کی کل لمبائی اس کے منبع سے پنج ند تک ۹۵۰ میل ہے۔ دریائے چناب کے معاون دریاؤں اور ندی نالوں میں وارڈون، توی اور مناور توی شامل ہیں۔

(الف) وارڈون (Wardwan)

وادیٔ کشمیر کے جنوب مشرق میں ایک وادی ۴۰ میل لمبی اور نصف میل چوڑی شمالاً جنوباً واقع ہے۔ اس کا نام وادی "مریوارڈون" ہے۔ اس نام کا ایک نالہ/ندی وادی کے شمال میں جنم لے کر وادی کے بیچوں بیچ گزرتا ہوا جنوب کی طرف بہتا ہوا کشتواڑ پہنچتا ہے اور یہاں دریائے چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔

(ب) دریائے جموں توی (Tawi)

جموں توی ندی بھدرواہ کے جنوب میں چشمہ کیلاش سے نکلتی ہے اور مغرب کی طرف بہتی ہوئی جنہی پہنچتی ہے۔ جنہی سے اس کا رخ جنوب کی طرف ہو جاتا ہے اور یہ ضلع اودھم پور میں سے گزرتی ہوئی جموں پہنچتی ہے۔ یہاں سے مغرب کی جانب بہتی ہوئی پنجاب میں داخل ہو کر مرالہ کے قریب دریائے چناب میں شامل ہو جاتی ہے۔ اودھم پور میں اس سے ایک نہر نکالی گئی ہے جس سے بجلی پیدا کرنے کے علاوہ آبپاشی کا کام لیا جاتا ہے۔

(ج) مناور توی

یہ ندی راجوری کے شمال میں تھنہ منڈی کے علاقے سے نکلتی ہے اور جنوب کی طرف سفر کرتی ہوئی راجوری، چنگس، نوشہرہ ہوتی ہوئی مناور کے مقام پر پنجاب میں داخل ہو کر مرالہ کے قریب چناب میں شامل ہو جاتی ہے۔

۸۔ دریائے راوی (Ravi)

دریائے راوی کا نام رگ وید میں "ایراوتی" لکھا ہے۔ یونانیوں نے اسے Hydroates کا نام دیا تھا۔

راوی بھارت کے صوبہ ہماچل پردیش میں پیدا ہوتا ہے اور مغرب کی جانب بہتا ہوا چمبہ سے گزر کر جموں میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں سے یہ سرحد کے ساتھ ساتھ جنوب مغرب کا رُخ کرتا ہے اور بسولی، مادھوپور ہوتا ہوا کٹھوعہ کے قریب پنجاب میں داخل ہو جاتا ہے۔ ۴۵۰ میل سفر کر کے احمد پور سے ۱۰ میل جنوب میں چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔

(الف) اوجھ ندی (Ojh)

اوجھ ندی جموں سے ۸۰ میل شمال مشرق کو ۱۳۰۰۰ فٹ سطح سمندر سے بلندی پر باس کنڈ جھیل سے نکلتی ہے اور جنوب کی طرف بہتی ہوئی پنجاب میں داخل ہو کر راوی میں شامل ہو جاتی ہے۔

ریاست جموں کشمیر کے چھوٹے بڑے دریاؤں کی کل تعداد ۴۵ ہے۔



جموں کشمیر کے دریا

ریاست کی مشہور جھیلیں

۱۔ جھیل ڈل

سری نگر شہر کے قریب واقع ہے۔ کوہ سلیمان کے دامن سے شروع ہو کر کوہ ماران تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی لمبائی ۶ کلومیٹر اور چوڑائی ۴ کلومیٹر ہے۔ مغل بادشاہوں نے اس کے کنارے شالامار باغ، نشاط باغ، نسیم باغ اور چشمہ شاہی تعمیر کرائے تھے۔ جھیل کے اندر کچھ مصنوعی جزیرے بنائے گئے ہیں جن کے نام سونہ لانک (Golden Island)، روپہ لانک (Silver Island) اور نہرو پارک ہیں۔ جھیل کی سطح پر کنول کھلے رہتے ہیں۔ کناروں کے ساتھ ساتھ تیرتے ہوئے سبزی کے کھیت ہوتے ہیں۔ جھیل کے اندر کثرت سے مچھلی پائی جاتی ہے۔ جھیل ڈل کشمیر کی بہترین سیر گاہ ہے۔ اس میں سینکڑوں کی تعداد میں ہاؤس بوٹس اور شکارے ہیں جو رہائش کے ساتھ ساتھ سیر کے کام بھی آتے ہیں۔ اس جھیل کی بہت اقتصادی اہمیت ہے۔ جھیل ڈل کو لارنس نے دنیا کے خوبصورت ترین مقامات میں سے ایک قرار دیا ہے۔

۲۔ جھیل ولر

سوپور اور بانڈی پور کے درمیان واقع ہے۔ ایشیا کی سب سے بڑی میٹھے پانی کی جھیل ہے۔ اس کی لمبائی ۳۰ اور چوڑائی ۱۰ کلومیٹر ہے۔ مچھلیاں اس میں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ مرغابی کا شکار بھی بہت ہوتا ہے۔ جھیل کے کنارے وٹلب کے مقام پر ایک

خوبصورت باغ بنایا گیا ہے۔ سلطان زین العابدین نے جھیل کے درمیان ایک [illegible] جزیرہ بنوایا تھا، جس کا نام "زینہ لانک" ہے۔ اس کی لمبائی ۸۵ میٹر اور چوڑائی ۷۰ میٹر ہے۔ اس جھیل میں دوپہر کے بعد سخت طوفان آتے ہیں۔ ڈل کا پرانا نام مہاپدم سر ہے۔

جھیل ڈل سطح سمندر سے ۵۱۸۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کی اوسط گہرائی ۱۲ فٹ ہے۔ دریائے جہلم مشرق کی جانب سے اس میں داخل ہوتا ہے اور جنوب مغرب کی طرف سے خارج ہوتا ہے۔ مچھلی کے علاوہ اس میں سنگھاڑا کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ مور کرافٹ کے زمانہ میں ۶۰۰۰ خروار سنگھاڑا سالانہ اس جھیل سے حاصل ہوتا تھا۔ (ایک خروار ۹۶ سیر کی ہوتی ہے۔)

۳۔ نگین جھیل (Nagin)

سری نگر سے ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اگرچہ یہ جھیل ڈل کا ہی ایک حصہ ہے اور اسے صرف ایک سڑک نے ڈل سے جدا کر رکھا ہے، لیکن اس کی اپنی ایک حیثیت ہے، ایک نام ہے۔ یہ جھیل سری نگر کی سب سے خوبصورت جھیل ہے۔ چاروں طرف سے سرسبز درختوں میں گھری ہوئی نیلے پانی کی جھیل انگوٹھی میں پروئے ہوئے ایک نگ یا نگینہ کی مانند ہے، اسی لیے اس کا نام نگین رکھا گیا ہے۔

۴۔ جھیل آنچار

سری نگر سے ۵ کلومیٹر دور گاندربل روڈ پر واقع ہے اس کی لمبائی ۹ کلومیٹر اور چوڑائی ۳ کلومیٹر ہے۔ جھیل میں کثرت سے ندرو اور مچھلی پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ جھیل مانس بل

سری نگر سے ۲۷ میل کے فاصلے پر صفاپور کے مقام پر واقع ہے۔ اس کے چاروں اطراف پہاڑوں کی قدرتی فصیلیں بنی ہوئی ہیں۔ جھیل کا پانی نیلا اور شفاف ہے۔ اس کی [illegible]

کی گہرائی ۴۷ فٹ ہے۔

۶۔ جھیل شیش ناگ

پہل گام سے ۱۶ کلومیٹر دور واقع ہے جن کے مقام پر برفانی جھیل ہے۔ یہ جھیل سطح سمندر سے ۱۱۰۰۰ میٹر کی بلندی پر واقع ہے اس کی تہہ میں سبز ریت پائی جاتی ہے۔

۷۔ جھیل کونسر ناگ

یہ بھی ایک برفانی جھیل ہے۔ موسم گرما میں اس پر برف کے تودے تیرتے رہتے ہیں۔ شوپیاں کے قصبے سے ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ لمبائی ۷ کلومیٹر اور چوڑائی ۳ کلومیٹر ہے۔ یہ کافی گہری اور ریاست کی بلند ترین جھیل ہے اور تقریباً ۱۵۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے جو جون کے مہینے تک منجمد رہتی ہے۔ اہرو بل کا مشہور آبشار اسی جھیل کا ایک حصہ ہے۔

۸۔ جھیل ہوکر سر

سری نگر سے ۱۱ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ لمبائی ساڑھے تین کلومیٹر اور چوڑائی ڈیڑھ کلومیٹر ہے۔ اس کی گہرائی زیادہ نہیں ہے۔ اس کے آس پاس مرغابیوں کا شکار بہت ملتا ہے۔ جھیل کا پانی آب پاشی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جھیل میں کثرت سے مچھلی پائی جاتی ہے اور اس کے کنارے خربوزے، تربوز اور کھیرے بہت کثرت سے ہوتے ہیں۔

۹۔ جھیل گنگا بل

یہ جھیل کوہ ہرمکھ کی چوٹی پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے ۱۱۷۰۰ فٹ بلند ہے۔ اس کا محیط تقریباً ۸ کلومیٹر ہے۔ فوق مرحوم نے "شباب کشمیر" میں اس کی لمبائی نصف میل اور چوڑائی ۲۵۰ گز لکھی ہے۔ کشمیر کے ہندوؤں کے لیے یہ ہردوار کا درجہ رکھتی ہے۔ ہر سال اگست میں یہاں میلہ لگتا ہے۔ ہندو اپنے مردوں کے پھول اس جھیل میں بہا دیتے ہیں۔

اس جھیل سے بجلی پیدا کرنے کا منصوبہ زیر غور ہے۔

۱۰۔ جھیل تار سر مار سر

یہ دو جھیلیں امرناتھ غار کے مشہور تیرتھ کے قریب واقع ہیں۔ ان کا پانی آخرکار ہارون (Harwan) کے ذخیرۂ آب (Reservior) میں جمع ہو جاتا ہے جہاں سے یہ سری نگر شہر کو سپلائی کیا جاتا ہے۔

۱۱۔ جھیل نیلہ ناگ

جنگلوں سے گھری ہوئی یہ خوبصورت جھیل چرار شریف سے ۹ کلومیٹر دور واقع ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے ۹۸۵۰ فٹ ہے۔

۱۲۔ کرشن سر اور وشن سر

سونامرگ کے علاقہ میں کرشن سر اور وشن سر کی جھیلیں واقع ہیں۔ کرشن سر کی سطح سمندر سے بلندی ۱۲۵۰۰ فٹ اور وشن سر کی ۱۳۳۹۵ فٹ ہے۔ یہ دونوں جھیلیں کوہ پیماؤں کی توجہ کا خاص طور پر مرکز بنی رہتی ہیں۔

۱۳۔ ال پتھر جھیل

ال پتھر جھیل گل مرگ سے ۱۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ گل مرگ سے یہاں گھوڑوں کے ذریعہ پہنچا جا سکتا ہے۔ جون کے وسط تک اس کا پانی جما رہتا ہے۔

۱۴۔ رتی گلی جھیل

وادیٔ نیلم میں مظفر آباد سے ۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر دواریاں کے قریب رتی گلی جھیل واقع ہے۔ اس سحر انگیز جھیل کو پریوں کی جھیل کہا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی ایک میل ہے اور سطح سمندر سے بلندی ۱۱۰۰۰ فٹ ہے۔ اس کے کنارے صدیوں پرانی برف کی چادر موجود ہے۔ اسی علاقہ میں دو اور جھیلیں موجود ہیں۔ ایک نوات سے ۱۳ میل کے فاصلہ پر اور دوسری سرگن نالہ میں شاردا سے ۱۸ میل دور کالا جندر کے مقام پر واقع ہے۔

۱۵۔ منگلا جھیل

۱۹۶۷ء میں منگلا کے مقام پر دریائے جہلم پر بند باندھ کر یہ جھیل وجود میں لائی گئی ہے۔ بند کی کل اونچائی ۳۸۰ فٹ اور لمبائی ۱۰۳۰۰ فٹ ہے۔ اس جھیل میں ۵،۸۸ ملین ایکڑ فٹ پانی جمع رکھنے کی اہلیت ہے۔ جھیل کے لیے کشمیر کے ۱۲۸۷۰ مربع میل رقبہ سے پانی اکٹھا ہو کر آتا ہے جس میں ۱۶۰۷ مربع میل رقبہ بھارتی مقبوضہ کشمیر میں واقع ہے۔

منگلا کے مقام پر بنائے گئے بجلی گھر سے ۱۰۰۰ میگاواٹ بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ جھیل میں پیدا ہونے والی مچھلی کی سالانہ آمدن ۹۰ لاکھ روپے تک پہنچ گئی ہے جو واپڈا کے خزانے میں چلی جاتی ہے۔

۱۶۔ شندور جھیل

یہ جھیل ۱۲۲۵۸ فٹ کی بلندی پر گلگت اور چترال کی سرحد پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۲ میل اور چوڑائی ۲۰۰ فٹ سے ۶۰۰ تک ہے۔ جھیل چاروں اطراف سے فلک بوس برفانی چوٹیوں سے محصور ہے۔ اس کے کنارے ایک پولو سٹیڈیم ہے جہاں پولو اور "بزکشی" کے مقابلے منعقد ہوتے ہیں۔

۱۷۔ جوتیال سر جھیل

یہ جھیل گلگت سب ڈویژن میں واقع ہے۔ جوتیال ندی اسی جھیل سے نکلتی ہے۔

۱۸۔ کتوال سر جھیل

یہ جھیل گلگت کے مشرق کی جانب حراموش چوٹی کے دامن میں واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ۱۲۲۹۸ فٹ ہے۔

۱۹۔ بورٹ جھیل

یہ جھیل گلگت کے شمال مغرب میں ہنزہ اور نگر اب کے درمیان واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ۱۶۰۰۰ فٹ ہے۔

۲۰۔ کرومبر جھیل (قورمبر جھیل)

گلگت کے علاقے میں سطح سمندر سے ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی ڈیڑھ میل اور چوڑائی نصف میل ہے۔

۲۱۔ جھیل پیلو گام

گلگت کے نواح میں واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ۱۲۵۰۰ فٹ ہے۔

۲۲۔ لوئر کچورا جھیل

بلتستان میں اسکردو سے گلگت جانے والی سڑک پر ۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسے شنگریلہ جھیل بھی کہتے ہیں۔ ۱۹۴۹ء میں ایئر مارشل اصغر خان کے چھوٹے بھائی بریگیڈیئر اسلم خاں نے اور بنٹ ایئر ویز کے ایک تباہ شدہ ڈکوٹا جہاز کا ڈھانچہ جھیل کنارے رکھوادیا۔ اس میں رہائشی کمرے بنوائے اور اسے ایک ریسٹ ہاؤس کی شکل دے کر شنگریلہ نام رکھا جو بہت مشہور ہوا۔ اس جھیل کی لمبائی ۳ فرلانگ اور چوڑائی ۴۰۰ گز ہے۔ اس میں ٹراؤٹ مچھلی پالی جاتی ہے۔ پانی اتنا صاف ہے کہ تہہ میں پڑے ہوئے پتھر اور کنکر صاف نظر آتے ہیں۔ جھیل کے آس پاس خوبانی، آڑو اور سیب کے درخت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اس جھیل کو سیاح لوگ ہنی مون لیک (Honey Moon Lake) بھی کہتے ہیں۔

۲۳۔ اپر کچورا جھیل

اپر کچورا جھیل شنگریلا سے ۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ بے پناہ قدرتی حسن، روح پرور مناظر اور معتدل آب و ہوا کے لیے مشہور ہے۔

۲۴۔ ست پارہ جھیل

اسکردو سے جنوب کی جانب ۵ میل کے فاصلہ پر ست پارہ جھیل واقع ہے۔ برف [illegible] جھیل ہے۔ اس میں مچھلی کثرت سے پائی

جاتی ہے۔ جھیل کے درمیان ایک خوبصورت جزیرہ ہے جس تک کشتیوں کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے۔

۲۵۔ ظلتر جھیل

یہ جھیل گلگت کے شمال میں ۳۵ میل کے فاصلہ پر وادیٔ ظلتر میں واقع ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے ۱۰ ہزار فٹ ہے۔ یہاں ٹراؤٹ مچھلی کی پرورش کی جاتی ہے۔ ظلتر کی سرسبز و شاداب، پھلوں اور پھولوں سے مزین وادی کو ظلتر جھیل نے سیاحوں کے لیے خاص طور پر توجہ کا مرکز بنایا ہوا ہے۔

۲۶۔ راما جھیل

ضلع دیامر کے گرمائی صدر مقام استور سے ۱۴ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مچھلی کے شکار کے لیے خاص طور پر مشہور ہے۔ ۱۲۶۶۰ فٹ بلند نانگا پربت کی چوٹی کے دامن میں واقع ہونے کی بنا پر اس کی اہمیت میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔

۲۷۔ پھنڈر جھیل

پھنڈر جھیل کوہ پس کے شمال میں گلگت سے ۱۷۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر پھنڈر ریسٹ ہاؤس کے نیچے گہرائیوں میں واقع ہے۔ اس میں ٹراؤٹ مچھلی پائی جاتی ہے۔ یہاں پرندوں کا شکار کثرت سے ہوتا ہے۔

۲۸۔ شیوسر جھیل

استور کے قریب سلسلہ کوہستان دیوسائی کے برفانی میدان میں ۱۳۹۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۵ میل اور چوڑائی ڈیڑھ میل ہے۔

۲۹۔ پنگانگ جھیل (Pangong)

پنگانگ جھیل مشرقی لداخ میں چوشل کے شمال میں واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۱۴۰ کلومیٹر ہے جس میں سے ۷۰ کلومیٹر لداخ میں اور ۵۰ کلومیٹر تبت میں ہے۔

۳۰۔ سالنگ جھیل

دریائے سندھ کے معاون دریا شیوک کے کنارے ۹۰۰۰ فٹ سطح سمندر سے بلندی پر واقع ہے۔

۳۱۔ جھیل شمودری (یا چھومراری)

جنوب مشرقی لداخ میں روپشو کے علاقے میں واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۳۵ کلومیٹر اور چوڑائی ۵ کلومیٹر ہے۔ سطح سمندر سے بلندی ۴۰۰۰ فٹ ہے۔

۳۲۔ جھیل سرن سر (Surinsar)

یہ خوبصورت جھیل جموں سے ۸۰ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ چاروں اطراف سے درختوں میں گھری ہوئی ہے۔ اس کے درمیان ایک جزیرہ ہے۔ اس جھیل کے ساتھ دیومالائی کہانیاں وابستہ ہیں۔

۳۳۔ جھیل مانسر

یہ جھیل سانبہ صوبہ جموں میں واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۳٫۵ کلومیٹر اور چوڑائی ۱٫۵ کلومیٹر ہے۔ اس جھیل میں کچھوے بہت پائے جاتے ہیں۔ جھیل کے اردگرد آموں کے باغات ہیں۔ جموں سے اس کا فاصلہ ۸۰ کلومیٹر ہے۔ انتہائی خوبصورت سیرگاہ ہے۔

۳۴۔ جھیل سناسر

یہ جھیل بنوت کی ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ چاروں اطراف سے دیودار کے درختوں سے گھری ہوئی ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ۶۸۰۰ فٹ ہے۔ جموں سے اس کا فاصلہ ۱۲۹ کلومیٹر ہے۔ جموں سری نگر قومی شاہراہ سے ذرا ہٹ کر واقع ہے۔ بہت خوبصورت سیرگاہ ہے۔ یوں لگتا ہے کہ قدرت نے اسے اپنے ہاتھ سے ایک پیالے کی شکل میں تخلیق کیا ہے۔

ان جھیلوں کے علاوہ ریاست کے طول و عرض میں اور بھی متعدد جھیلیں موجود ہیں۔

ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ وادیٔ کشمیر کے سوپور کے علاقہ میں رتن سر نامی ایک چھوٹی سی خوبصورت جھیل ہے۔ سکردو کی جھیلوں میں کت پناہ جھیل، وادیٔ شگر میں جیارہ جھیل اور وادیٔ کھرمنگ میں گانچھے جھیل مشہور ہے۔

۳۵۔ جھیل باگ سر

یہ برفانی جھیل درّہ پنج گاور امیں ۱۶ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

۳۶۔ جھیل تنن سر

درّہ تنن سر کے درمیان واقع ہے۔ سردیوں میں اس کا پانی جم جاتا ہے۔

۳۷۔ جھیل چنن سر

سلسلہ پیر پنجال کی یہ جھیل تنن سر سے چھوٹی ہے۔ اونچی برفانی چوٹیوں کے عکس سے اس کا پانی چاندنی کی طرف سفید نظر آتا ہے۔ جھیل چودھویں کے چاند کی طرح گول ہے۔ اس لیے چنن سر یا چاننن سر نام پڑ گیا ہے۔

۳۸۔ جھیل نیل سر

گرمیوں کے موسم میں اردگرد کے سبزہ زاروں اور جنگلوں کا عکس پڑنے سے اس کا پانی نیلگوں ہو جاتا ہے، اس لیے نیل سر نام پڑ گیا ہے۔

۳۹۔ کال ڈچھنی سر

سلسلہ پیر پنجال کے دامن میں واقع ہے۔ اس کے متعلق بہت سی دیومالائی کہانیاں مشہور ہیں۔ جھیل کے پانی کا رنگ سیاہی مائل نظر آتا ہے، اس لیے کال ڈچھنی نام پڑ گیا

ریاست کے مشہور چشمے

۱۔ چشمہ ویری ناگ

سری نگر سے ۴۸ میل کے فاصلے پر بانہال پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ اس کی گہرائی ۵۰ فٹ کے قریب ہے اور محیط ۱۰۰ فٹ ہے۔ دریائے جہلم اسی چشمے سے نکلتا ہے۔ جہانگیر کے زمانے میں اس کے گرد ہشت پہلو پختہ دیواریں بنائی گئی تھیں۔ اردگرد چوبیں خوبصورت محرابیں تعمیر کی گئی تھیں۔ چشمہ کے قریب ایک خوبصورت باغ اور آبشار اس کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔ اس میں کثرت سے مچھلی پائی جاتی ہے۔ شکار ممنوع ہے۔

۲۔ اچھ ناگ

اسلام آباد شہر کا پرانا نام اچھ ناگ ہے جس کے معنی ہیں: "ان گنت چشمے"۔ اس شہر سے کئی چشمے نکلتے ہیں جن میں سے ایک کا نام "مٹ ناگ" ہے۔ اس چشمے کا پانی گرم اور گندھک آمیز ہے جو کہ جلدی بیماریوں کے لیے اکسیر ہے۔ ایک بڑا چشمہ "ناگ بل" ہے جو اسلام آباد کے دامن کوہ سے نکلتا ہے۔ یہاں عبادت کے لیے ہندوؤں کا ایک مندر، سکھوں کا گوردوارہ اور مسلمانوں کی ایک مسجد دارالشکوہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام آباد کا مشہور شیر باغ واقع ہے۔ اس شہر میں اور بھی کئی چھوٹے چھوٹے چشمے ہیں۔

۳۔ چشمہ مارتنڈ

اسلام آباد سے ۵ میل کے فاصلے پر پہاڑ کے دامن میں جانب شمال واقع ہے۔ اس

جگہ کا نام بھون یا منڈن ہے اور ہندوؤں کا متبرک تیرتھ ہے۔ یہاں مہاراجہ للتادت کے زمانے کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔

۴۔ اچھ بل

اسلام آباد سے ۵ میل کے فاصلے پر پہاڑ کے دامن میں جانب مشرق واقع ہے۔ اس کے ساتھ ہی مغل بادشاہوں کے زمانے کا ایک خوبصورت باغ ہے۔

۵۔ چشمہ ککڑ ناگ

اسلام آباد سے ۸ میل کے فاصلے پر مشرق کی سمت واقع ہے۔ پانچ چھوٹے چھوٹے چشموں کا مجموعہ ہے۔ اس کا پانی نہایت صاف اور ٹھنڈا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوبصورت باغ ہے۔

۶۔ چشمہ کھیر بھوانی

بارہ مولہ کے علاقہ میں تولہ مولہ کے مقام پر واقع ہے اور ہندوؤں کا مشہور تیرتھ ہے۔ یہاں کھیر بھوانی کا میلہ لگتا ہے جس میں لاکھوں ہندو شرکت کرتے ہیں۔

۷۔ چشمہ شاہی

سری نگر سے ۹ کلومیٹر دور جھیل ڈل کے کنارے ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اس کے اردگرد خوبصورت باغ اور بارہ دریاں مغل عہد کی یادگار ہیں۔ اس کا پانی نہایت صاف اور ہاضم ہے جو بوتلوں میں بھر کر باہر بھیجا جاتا ہے۔

۸۔ چشمہ حتہ پانی

ضلع پونچھ میں ہجیرہ سے ۲۹ کلومیٹر مشرق کی طرف دریائے پونچھ کے دائیں کنارے گندھک آمیز گرم پانی کے چشمے ہیں۔ ان چشموں کا پانی جوڑوں کے درد اور جلدی امراض کے لیے نہایت شفا بخش ہے۔ چنانچہ دور دور سے لوگ یہاں آتے رہتے ہیں۔ کوٹلی سے اس مقام کا فاصلہ ۳۷ کلومیٹر ہے۔

وادیٔ شگر میں چھوتروں، بسیل، چونگو اور چھمو کے نزدیک گرم پانی کے چشمے ہیں۔ چھوتروں چشمے پر لوگ دور دراز سے مختلف بیماریوں کے علاج کی غرض سے نہانے کے لیے آتے ہیں۔ بسیل چشمہ کا پانی بہت گرم ہے جس سے گندھک کی بُو آتی ہے۔

خپلو میں الہ کندوس میں چھونوا اور خورکون کے مقام پر دو گرم چشمے ہیں۔

شاہراہ قراقرم پر چیلاس سے آگے سڑک کے کنارے گرم پانی کے چشمے ہیں لیکن اب تک انہیں محفوظ نہیں کیا گیا ہے۔

۹۔ حمتہ پانی برمنڈل

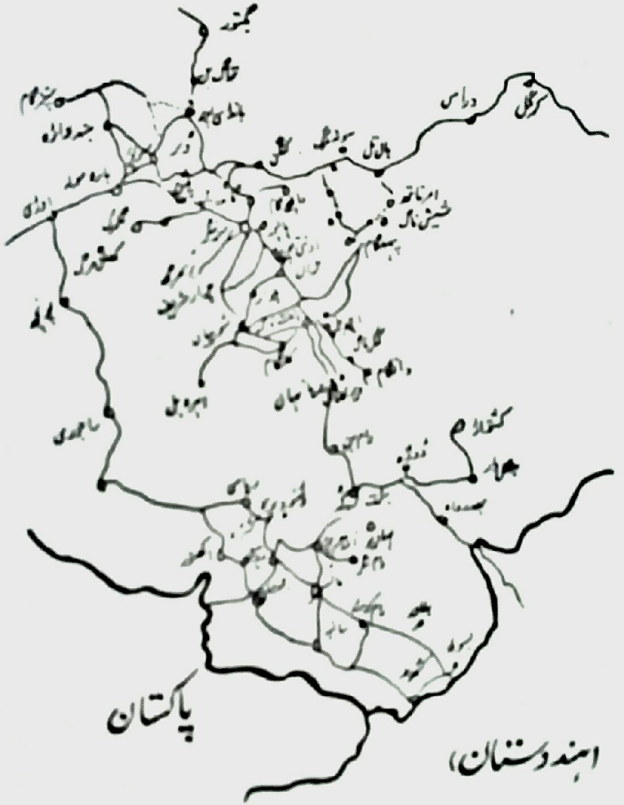
راجوری کو جموں سے ملانے والی سڑک پر کالاکوٹ کے قریب واقع ہے۔

۱۰۔ حمتہ پانی دگجن

ہیرپور سے ۱۰ میل مشرق کی جانب مغل شاہراہ پر واقع ہے۔

۱۱۔ حمتہ پانی پروری گوجراں

راجوری میں واقع ہے۔ اس کے پانی سے گندھک کی بو نہیں آتی۔



ہندوستانی مقبوضہ کشمیر کا نقشہ

ذرائع آمدورفت

۱۔ بانہال کارٹ روڈ

یہ قومی شاہراہ ریاست جموں وکشمیر کو برصغیر کے دونوں ممالک ہندوستان اور پاکستان سے ملاتی ہے۔ جموں سے ہندوستان کے شہر پٹھان کوٹ کا فاصلہ ۶۴ میل اور جموں سے سیالکوٹ کا فاصلہ ۲۸ میل ہے۔ سری نگر اور جموں کا درمیانی فاصلہ ۱۸۰ میل ہے جس کی تفصیل یوں ہے: جموں سے اودھ پور ۴۰ میل، اودھم پور سے بٹوت ۳۵ میل، بٹوت سے رام سو ۳۲ میل، رام سو سے ویری ناگ ۲۳ میل، ویری ناگ سے اسلام آباد ۱۷ میل اور اسلام آباد سے سری نگر ۳۳ میل۔ اس شاہراہ پر بانہال کے نزدیک ۶۵۰۰ فٹ کی بلندی پر ایک سُرنگ (جواہر ٹنل) نکالی گئی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایشیا میں سب سے بڑی اور دنیا میں چوتھی بڑی سرنگ ہے۔

جواہر ٹنل دو سرنگوں پر مشتمل ہے جن کی لمبائی ۲۵۰۰ میٹر ہے۔ ٹنل کے اندر ہر وقت بارش کی مانند چھت سے پانی رستا رہتا ہے۔

۲۔ جہلم ویلی روڈ

یہ سڑک ریاست کو مری کے راستے پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے ملاتی ہے۔ اس کی کل لمبائی اسلام آباد سے سری نگر تک ۱۹۰ میل ہے جس میں سے ۶۰ میل پاکستان میں اور ۱۳۰ میل ریاست میں ہے۔ تفصیل: اسلام آباد سے سنی بینک ۳۰ میل، سنی

بینک سے کوہالہ ۳۰ میل، کوہالہ سے دومیل ۲۱ میل، دومیل سے گڑھی دوپٹہ ۱۴ میل، گڑھی سے چکوٹھی ۲۲ میل، چکوٹھی سے اوڑی ۱۳ میل، اوڑی سے رام پور ۱۴ میل، رام پور سے بارہ مولہ ۱۴ میل، بارہ مولہ سے پٹن ۱۷ میل، پٹن سے سری نگر ۱۷ میل۔ یہ ہمہ موسمی سڑک (All Weather Road) ہے۔ اس کے راستے میں سوائے مری کے اور کوئی اونچا پہاڑ نہیں آتا۔ کوہالہ سے سری نگر تک یہ سڑک دریائے جہلم کے کنارے چلی جاتی ہے اس لیے اس کا نام جہلم ویلی روڈ رکھا گیا ہے۔

۳۔ ہزارہ کشمیر روڈ

یہ ریاست کو پاکستان کے صوبہ سرحد سے ملاتی ہے۔ اس کی لمبائی ایبٹ آباد سے مظفر آباد تک ۴۵ میل ہے (ایبٹ آباد سے مانسہرہ ۱۵ میل، مانسہرہ سے گڑھی حبیب اللہ ۱۸ میل، گڑھی سے مظفر آباد ۱۲ میل)۔ مظفر آباد سے آگے یہ سڑک دو میل کے مقام پر جہلم ویلی روڈ سے مل جاتی ہے۔ مظفر آباد سے سری نگر کا فاصلہ ۱۱۰ میل ہے۔ سردیوں میں مری کا راستہ بند ہونے کی صورت میں پنڈی اسلام آباد کے لیے متبادل طور پر یہی سڑک استعمال ہوتی ہے۔

۴۔ پنجاب کشمیر مغل روڈ

یہ پنجاب کو کشمیر سے ملانے والا قدیم راستہ ہے۔ مغل شہنشاہ اسی راستے اکثر کشمیر جایا کرتے تھے۔ تاہم بعض اوقات وہ پکھلی ہزارہ کے راستے بھی جاتے تھے۔ یہ سڑک گجرات سے بھمبر کے راستے نکلتی ہے۔ گجرات سے بھمبر کا فاصلہ ۲۸ میل ہے اور بھمبر سے سری نگر ۱۵۰ میل ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے: بھمبر سے سعد آباد ۱۴ میل، سعد آباد سے نوشہرہ ۱۲ میل، نوشہرہ سے بانگس ۱۴ میل، بانگس سے راجوری ۱۴ میل، راجوری سے تھنہ منڈی ۱۴ میل، تھنہ منڈی سے پیر مگہ ۱۰ میل، پیر مگہ سے پونیانہ ۱۰ میل، پونیانہ سے علی آباد ۱۱ میل، علی آباد سے بیر پور ۱۳ میل، بیر پور سے شوپیاں ۸ میل اور شوپیاں سے سری نگر ۳۰ میل۔

شوپیاں سے سری نگر کو پلوامہ اور پانپور کے راستے ایک اور سڑک بھی ملاتی ہے جس کا کل فاصلہ شوپیاں سے سری نگر تک ۳۳ میل ہے۔ بھارتی حکومت نے اس قدیم شاہراہ کو اکھنور کے راستے ایک طرف جموں سے ملا دیا ہے اور دوسری طرف مغرب میں مینڈھر کے راستے پونچھ شہر سے۔ جموں سے پونچھ شہر کا فاصلہ ۳۲۰ کلومیٹر (۱۹۲) میل ہے۔

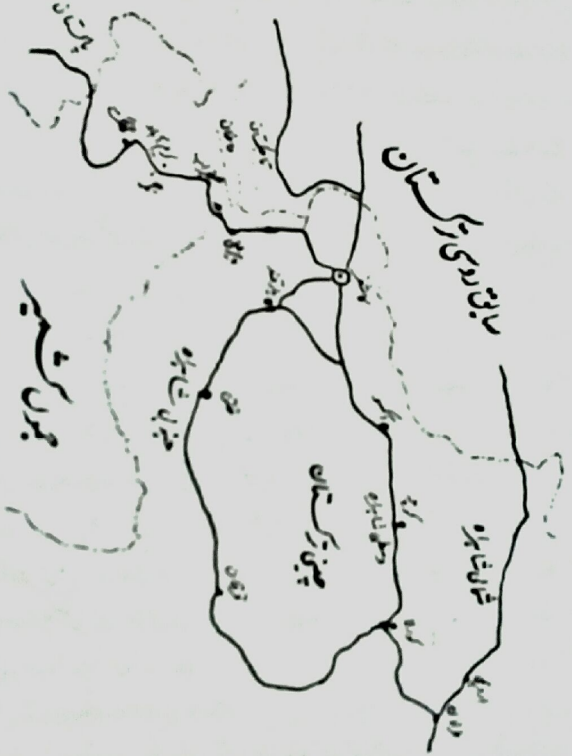
۱۷ فروری ۱۹۹۷ء کو جموں میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بھارتی وزیراعظم دیوی گوڈا نے کشمیر کے لیے ایک اقتصادی پیکیج کا اعلان کیا جس کے مطابق جموں اور کشمیر کے درمیان آمدورفت کے لیے مغل روڈ کو جدید خطوط پر تعمیر کیا جائے گا۔

۵۔ سہالہ پونچھ روڈ

ریاست کو پنجاب سے ملانے والی ایک اور سڑک سہالہ سے نکلتی ہے۔ سہالہ سے کہوٹہ پاکستان (۱۳ میل) کے راستے آزاد پتن (سابقہ چکن پتن) کا فاصلہ ۳۲ میل ہے۔ آزاد پتن سے پلندری ۱۵ میل، پلندری سے بھمبر ۲۷ میل اور بھمبر سے پونچھ شہر کا فاصلہ ۱۶ میل ہے۔ اس طرح آزاد پتن سے پونچھ شہر کا کل فاصلہ اس راستے سے ۵۸ میل ہے۔ پونچھ شہر کو کہوٹہ، علی آباد اور حاجی پیر آزاد کشمیر کے راستے ایک سڑک اوڑی سے ملاتی ہے جس کا فاصلہ ۳۴ میل ہے۔ اوڑی سے یہ سڑک جہلم ویلی روڈ میں شامل ہو جاتی ہے۔ پونچھ شہر سے ایک اور سڑک منڈی کے راستے رام پور کے مقام پر جہلم ویلی روڈ میں جا ملتی ہے۔

۶۔ شاہراہ ریشم (Silk Route)

یہ ریاست کے شمالی علاقوں گلگت بلتستان کو شمال میں چین کے ساتھ اور جنوب میں پاکستان سے ملاتی ہے۔ راولپنڈی سے اس کا روٹ ایبٹ آباد، مانسہرہ، بشکیاری، بٹگرام، بشام، پتن، داسو، سزین، چیلاس، یونتی، گلگت، کریم آباد (ہنزہ) نگر، خلد آباد اور گلگراب ہے۔ پنڈی سے گلگت کا فاصلہ ۴۲۴ کلومیٹر (۲۶۰) میل ہے۔ یہ شاہراہ بہت تاریخی اہمیت



نقشہ شاہراہ ریشم

کی اور بہت قدیم ہے۔ ماضی میں چینی اور روسی ترکستان کے شہروں بخارا، تاشقند، کاشغر، سمرقند اور دوسرے شہروں سے تجارتی قافلے اسی راستے کشمیر آیا کرتے تھے۔ مستقبل میں اس شاہراہ کو اور بھی اہمیت حاصل ہوگی جب کشمیر کو آزادی حاصل ہو جائے گی تو عظیم ہمسایہ ممالک چین اور وسط ایشیا سے تعلقات استوار کرنے میں یہ سڑک تاریخی کردار ادا کرے گی۔ زمانہ حال میں چین اور پاکستان نے مل کر اس شاہراہ کو پختہ کیا ہے اور دونوں ممالک کے درمیان اسی راستے سے تجارت ہو رہی ہے۔

اس شاہراہ کی تعمیر کا آغاز ۷ر جنوری ۱۹۵۹ء کو ہوا۔ اس کے مکمل ہونے میں بیس سال لگے۔ ۱۸ر جنوری ۱۹۷۸ء کو جنرل ضیاء الحق نے اس کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ گلگت شہر سے اس شاہراہ کے ذریعے جگلوٹ ۳۳ میل، چیلاس ۹۱ میل، شتیال ۱۳۳ میل، بشام ۲۲۰ میل، پتن ۱۹۴ میل، تھاکوٹ ۲۴۰ میل، بگرام ۲۵۱ میل، شنکیاری ۲۸۳ میل، مانسہرہ ۲۹۴ میل، ایبٹ آباد ۳۱۰ میل، ہری پور ۳۳۰ میل، حسن ابدال ۳۶۰ میل اور راولپنڈی ۳۹۰ میل کا فاصلہ ہے۔ گلگت سے خنجراب کی جانب رحیم یار آباد ۲۳ میل، سکندر آباد ۴۰ میل، ناصر آباد ۵۵ میل، کریم آباد ۶۸ میل، گوجال ۹۰ میل، خیبر ۱۲۲ میل، مسگر ۱۳۷ میل اور خنجراب ٹاپ ۱۸۰ میل کے فاصلے پر ہے۔

شاہراہ ریشم زمانہ قدیم سے چین، وسط ایشیا اور کشمیر کے درمیان تجارت اور آمد و رفت کا ذریعہ رہی ہے۔ اس شاہراہ نے صدیوں پہلے سے چین کے مغربی ممالک اور کشمیر کے ساتھ سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی تعلقات قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسی شاہراہ کے ذریعہ چین میں تیار ہونے والا اعلیٰ قسم کا ریشم دیگر ممالک کو برآمد کیا جاتا تھا۔ قدیم سلک روٹ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ شمالی، وسطی اور جنوبی۔ شمالی شاہراہ لوہان سے شروع ہو کر طرفان کے راستے ارومچی پہنچتی ہے اور یہاں سے مغرب کی سمت آگے بڑھتی ہوئی قازقستان میں داخل ہو جاتی ہے اور آخر کار بحر اسود Black Sea تک

جموں و کشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں

نقشہ سری نگر لداخ روڈ

جا پہنچتی ہے۔ اروچی سے اس کی ایک شاخ جنوب میں آ کر کورلا (Korla) کے مقام پر وسطی شاہراہ سے مل جاتی ہے۔

وسطی شاہراہ طرفان سے کورلا، کوچہ اور آکسو ہوتی ہوئی کاشغر پہنچتی ہے۔ کاشغر سے اس کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک شاخ مغرب کی سمت کرغیز یا میں داخل ہو کر وسط ایشیا کی دوسری ریاستوں کی طرف بڑھ جاتی ہے۔ دوسری شاخ جنوب کی جانب تاشکرگان اور پیرعلی ہوتی ہوئی درّہ خنجراب کے راستے کشمیر میں داخل ہو جاتی ہے۔

جنوبی شاہراہ طرفان کے جنوب میں کورلا، خوتن اور یارقند سے ہو کر کاشغر پہنچتی ہے اور وسطی شاہراہ میں شامل ہو جاتی ہے۔ کرغیز یا میں اس وسطی شاہراہ کی ایک شاخ جنوب میں تاجکستان کی سطح مرتفع پامیر کو عبور کرتی ہوئی افغانستان کے راستے ایران جا نکلتی ہے۔

۷۔ سری نگر لداخ روڈ

اس کی کل لمبائی سری نگر سے لداخ کے مرکزی شہر لیہ تک ۲۴۰ کلومیٹر ۲۳۲ میل ہے۔ یہ سڑک سری نگر سے گنگن، سونہ مرگ، بال ٹل، زوجی لا اور دراس کے راستے کرگل پہنچتی ہے۔ کرگل سے مشرق کو مڑ جاتی ہے اور مل ٹل، بوڈ خربو، خلاصی اور سنیل گومپا ہوتی ہوئی لیہ پہنچتی ہے۔ لیہ سے یہ سڑک شوشل اور دم چوک ہوتی ہوئی تبت نکل جاتی ہے۔ یہ سڑک بھی ماضی میں کشمیر اور تبت کے درمیان آمدورفت اور تجارت کے لیے استعمال ہوتی رہی ہے۔ مستقبل اس کا بھی شاندار ہے۔ سری نگر سے لیہ تک فاصلوں کی تفصیل یوں ہے:

سری نگر سے گاندربل ۱۱ میل، گنگن ۲۲ میل، سنیل ۳۲ میل، سونہ مرگ ۵۰ میل، زوجیلا ۶۳ میل، دراس ۸۳ میل، خربو ۱۰۴ میل، کرگل ۱۲۱ میل، بل ٹل ۱۴۰ میل، بوڈ خربو ۱۵۲ میل، لاماياورو ۱۷۲ میل، خلاصی ۱۸۲ میل، سسپال ۱۹۹ میل اور لیہ ۲۳۲ میل۔

۸۔ بانڈی پورہ اسکردو روڈ

وادیٔ کشمیر کو بلتستان سے ملانے کے لیے ایک سڑک بانڈی پورہ سے نکلتی ہے اور

تراگ بل، گریز، قمری اور منی مرگ سے ہوتی ہوئی برزل کو عبور کر کے دیوسائی پہنچتی ہے اور یہاں سے اسکردو چلی جاتی ہے۔ اسی سڑک سے قمری کے مقام پر ایک راستہ کالا پانی اور رٹو ہوتا ہوا استور کو جاتا ہے اور وہاں سے گلگت چلا جاتا ہے۔ مستقبل میں آزادی کے بعد ان سڑکوں کی اہمیت بہت بڑھ جائے گی جب انہیں ترقی دے کر اندرونی تجارت اور آمد و رفت کے لیے زیادہ کارآمد بنایا جائے گا۔ استور کو اسکردو سے ملانے کے لیے ایک سڑک داس کے راستے دیوسائی میدان میں بانڈی پور اسکردو روڈ سے مل جاتی ہے۔ ۱۸۹۰ء سے قبل گلگت کے سفر کو سائبیریا کے سفر سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ گلگت تک سامان رسد پہنچانے کے لیے کشمیریوں سے جبراً بیگار لی جاتی تھی اور سفر کے دوران کئی لوگ سردی کی شدت کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ درّہ راج دیامگن کی بلندی ۱۸۰۰۰ فٹ ہے، جبکہ درّہ برزل ۱۳۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ درّہ برزل کو عبور کرتے ہی سارا منظر بدل جاتا ہے۔ وادیٔ کشمیر کی سمت کے ہرے بھرے جنگل ختم ہو جاتے ہیں اور خشک ویران پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

۹۔ گلگت اسکردو روڈ

اسکردو سے ایک سڑک گلگت کو دریائے سندھ کے کنارے کنارے جاتی ہے۔ دونوں شہروں کا درمیانی فاصلہ ۲۴۱ کلومیٹر (۱۵۰ میل) ہے۔ کچورا جھیل اسی سڑک پر اسکردو سے ۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

۱۰۔ شاہراہ نیلم

مظفر آباد سے ایک سڑک دریائے نیلم کے کنارے کنارے شمال کو جاتی ہے جو اٹھمقام، کیرن، دواریاں اور شاردا ہوتی ہوئی کیل پہنچتی ہے۔ کیل سے آگے جانا ہوئی، پھلاوئی، لیکوا، تاؤبٹ، کنزل وان اور مکھو رہوتے ہوئے گریز پہنچا جا سکتا ہے۔ پھلاوئی سے اس سڑک کو ضلع دیامر کے مقام رٹو سے ملایا جا سکتا ہے۔ پھلاوئی اور رٹو کا درمیانی فاصلہ

صرف پچاس کلومیٹر کے قریب ہے۔ یہ سڑک بن جائے تو مظفر آباد کا گلگت بلتستان دونوں علاقوں سے زمینی رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ کیل کو چیلاس سے ملانے کے لیے ایک منصوبہ حکومتِ آزاد کشمیر کے زیرِ غور ہے۔

اس سڑک کی تعمیر سے شاہراہِ ریشم کے ذریعہ وسط ایشیا کی ریاستوں سے براہِ راست رابطہ ہو سکتا ہے۔

۱۱۔ ٹریٹی روڈ (Treaty Road)

۱۸۷۰ء میں انگریزوں نے کرنل ڈوگلس فورسائتھ کو یارقند بھیجا تا کہ وہ روسی پیش قدمی کے مقابلہ کے لیے اس علاقہ کی سٹرٹیجک اہمیت کا اندازہ کر سکے۔ اس زمانہ میں لداخ کے راستے یارقند تک ایک تجارتی شاہراہ تعمیر کرنے کا خیال سامنے آیا۔ کشمیر کے مہاراجہ رنبیر سنگھ کو مشرقی ترکستان تک اپنا تجارتی اثر بڑھانے کا خیال آیا۔ اس مقصد سے اس نے ۱۸۶۴ء میں نقن کے جنوب مغرب میں شہید اللہ کے مقام پر ایک چوکی قائم کی۔ اس نے نقن کے امیر سے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی۔ رنبیر سنگھ نے برطانوی سروے ٹیم کے ایک ممبر ولیم جانسن کو اجازت دی کہ وہ اس علاقے کا جامع نقشہ تیار کرے اور ریاست کی شمالی سرحدوں کا تعین کرے۔ اس نے ریاست کی سرحدوں کو شمال میں نقن سے ۵۰ میل جنوب تک بڑھا دیا۔

رنبیر سنگھ کی اس آزادانہ خارجہ پالیسی پر برطانوی ہند کی گہری نظر تھی۔ تاہم وہ اس تجارتی راستے سے فائدہ حاصل کرنے کی فکر میں بھی تھے۔ ۱۸۶۳ء میں انہوں نے مہاراجہ کے ساتھ ایک تجارتی معاہدہ پر دستخط کیے۔ ۱۸۶۴ء میں مہاراجہ نے ڈاکٹر ہنری کیلے (Henry Cayley) کو ٹریڈ کمشنر کی حیثیت سے لیہہ میں رکھنے کی اجازت دی۔ ۱۸۷۰ء میں انگریزوں کو اس تجارتی شاہراہ سے، جسے ٹریٹی روڈ (Treaty Road) کا نام دیا گیا، گزرنے کی اجازت مل گئی۔ یہ شاہراہ سری نگر سے زوجیلا کے راستے لیہہ پہنچتی ہے اور وہاں



اردو بازار کراچی

سے تانگسے ہوتی ہوئی اقصائے چین کو چلی جاتی ہے۔ تانگسے سے اس کی ایک شاخ درّہ قراقرم کے راستے سنکیانگ میں داخل ہو جاتی ہے۔ اقصائے چین سے گزر کر یہ سڑک درّہ حاجی لنگر ہوتی ہوئی مشرقی ترکستان میں داخل ہو جاتی ہے۔

(کشمیر ان کراس فائر، ہوکنور یہ شوفیلڈ، ص ۸۰-۷۹)

۱۲۔ منالی لیہہ روڈ (Manali-Leh Road)

بھارتی حکومت نے صوبہ ہماچل پردیش کو لداخ سے براہ راست ملانے کے لیے منالی سے لیہہ تک ایک پختہ سڑک تعمیر کی ہے جس کی کل لمبائی ۴۷۰ کلومیٹر ہے۔ ۱۹۷۴ء کے بعد بھارت نے لداخ کے راستے سیاحوں کے لیے کھول دیے ہیں جس کی بنا پر وادیٔ سندھ کے شمالی حصوں کی سیاحت کے لیے غیر ملکی سیاحوں کو مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔

منالی لیہہ روڈ انتہائی دشوار گزار راستوں اور بلند و بالا کوہستانی سلسلوں کو عبور کر کے لداخ کے صدر مقام لیہہ پہنچتی ہے۔ سڑک صرف وسط جولائی سے وسط ستمبر تک کارآمد رہتی ہے اور سال کا بقیہ حصہ آمدورفت کے لیے بند رہتی ہے۔

(ماہنامہ نسکار، جون، جولائی ۱۹۹۷ء، ص ۳۳-۳۰)

۱۳۔ گلگت کاغان مانسہرہ روڈ

اس سڑک کی تعمیر ۱۹۳۹ء میں شروع ہو کر ۱۹۵۲ء میں مکمل ہوئی۔ یہ گلگت کو درّہ بابوسر کے راستے پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ سے ملاتی ہے۔ اس کا فاصلہ گلگت سے مانسہرہ ۲۳۱ میل ہے جس کی تفصیل یوں ہے: گلگت سے عالم پل ۲۲ میل، جگلوٹ ۳۱ میل، بابوسر ٹاپ ۱۰۸ میل، لولوسر جھیل ۱۱۹ میل، جال گراں ۱۳۵ میل، ناران ۱۵۱ میل، کاغان ۱۶۵ میل، پارس ۱۹۰ میل، بالاکوٹ ۲۰۰ میل، کڑمی حبیب اللہ ۲۱۳ میل اور مانسہرہ ۲۳۱ میل۔ مانسہرہ میں یہ سڑک شاہراہ ریشم میں مل جاتی ہے۔ چلاس سے کاغان تک یہ سڑک نہایت خستہ حال میں ہے۔

۱۴۔شاہراہ کشمیر

۳۰ دسمبر ۱۹۸۹ء کو اسلام آباد میں پاکستان کی صوبائی رابطہ کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں وزیراعظم آزاد کشمیر نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں شاہراہ کشمیر کے نام سے ایک سڑک کی تعمیر کی منظوری دی گئی ہے جو ضلع میر پور کے شہر ڈڈیال کو آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد سے ملائے گی۔

چند سال قبل اس شاہراہ کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا تھا۔ شاہراہ کا صرف ایک حصہ سہنسہ سے بلوچ تک تعمیر ہوا تھا۔ اس کے بعد کام رک گیا اور اب تک دوبارہ شروع نہیں ہوا۔ یہ شاہراہ مکمل ہو جائے تو آزاد کشمیر کے تمام اضلاع کا آپس میں زمینی رابطہ ہو جائے گا اور عوام الناس کو بہتر سفری سہولیات میسر آ سکیں گی۔

۱۵۔شاہراہ انچن (گلگت سکردو روڈ)

سکردو سے ایک سڑک گلگت کو دریائے سندھ کے کنارے کنارے جاتی ہے۔ دونوں شہروں کا درمیانی فاصلہ ۲۴۱ کلومیٹر (۱۵۰ میل) ہے۔ کچورا جھیل اور وادی روندو اسی سڑک پر واقع ہیں۔ چونکہ اس روڈ کی تعمیر پاک آرمی انجینئرز کا بہت بڑا کارنامہ ہے اس لیے عوامی سطح پر گلگت سکردو روڈ کا نام شاہراہ انچن (Anchan) یعنی عظیم شاہراہ رکھا گیا ہے۔

دیگر اندرونی سڑکیں

ان سڑکوں کے علاوہ کچھ اور چھوٹی بڑی سڑکیں موجود ہیں جو ریاست کے اندرونی علاقوں کو ایک دوسرے سے ملاتی ہیں۔ ان میں سری نگر شوپیاں روڈ، سری نگر گل مرگ روڈ، سری نگر پہلگام روڈ، بنوت بھدرواہ روڈ، بنوت کشتواڑ روڈ، بنگرام نیوٹل روڈ، کوہالہ راولا کوٹ روڈ، کوہالہ باغ روڈ، راولا کوٹ تراڑکھل سہنسہ روڈ، میر پور کوٹلی روڈ، کوٹلی بھمبر روڈ، کوٹلی کہوٹہ (راولپنڈی) روڈ، بھمبر سہانی میر پور روڈ، میر پور بھمبر برنالہ روڈ، میر پور کھوئی رٹہ روڈ، گلگت استور روڈ، گلگت اشکومن روڈ وغیرہ شامل ہیں۔

ریلوے

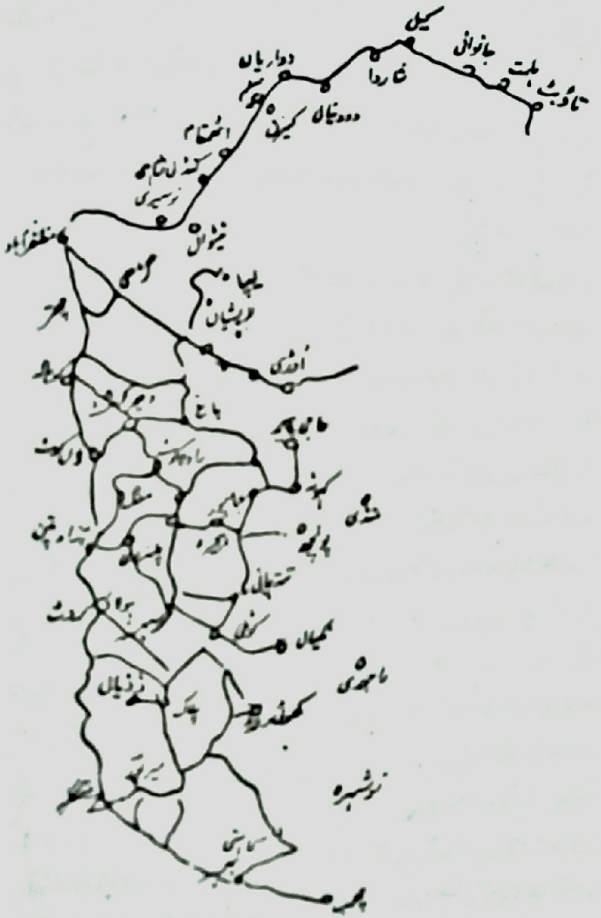
جموں کا شہر ریل کے ذریعے سیالکوٹ سے ملا ہوا ہے۔ لیکن ۱۹۴۷ء سے اس پر آمد و رفت بند ہے۔ ۱۹۷۱ء میں بھارتی حکومت نے جموں کو ریلوے لائن کے ذریعے پٹھانکوٹ سے ملا دیا ہے، اب اس لائن کو اودھم پور تک بڑھایا جا رہا ہے۔

ہوائی راستے

ہندوستانی مقبوضہ کشمیر میں سری نگر جموں اور لیہ میں ہوائی اڈے موجود ہیں جہاں سول ہوائی جہازوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ سری نگر کا ہوائی اڈہ بین الاقوامی معیار کا ہے، تاہم ابھی تک یہاں کوئی بین الاقوامی پرواز شروع نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں پونچھ، کرگل اور کشتواڑ میں فوجی جہازوں کے اترنے کے لیے اڈے بنائے گئے ہیں۔ گلگت اور اسکردو میں بھی ہوائی اڈے موجود ہیں۔ گلگت میں فوکر فرینڈ شپ جہاز اتر سکتے ہیں جبکہ اسکردو میں بڑے جہازوں کے اترنے کا بھی بندوبست ہے۔ آزاد کشمیر میں مظفر آباد اور راولاکوٹ میں ہوائی سروس شروع ہو چکی ہے۔ میرپور اور کوٹلی میں بھی ہوائی اڈے بنانے کا اعلان کیا گیا ہے۔

دریائی آمد و رفت

دریائے جہلم میں وادیٔ کشمیر کے اندر رکھ مل سے بارہ مولہ تک کشتی رانی ہوتی ہے۔ ہلکے اور بھاری سامان کی باربرداری کے لیے یہ بہت ارزاں ذریعہ ہے۔ پچھلے زمانے میں کشتیوں کو آمد و رفت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اب زیادہ تر صرف باربرداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مجھیل ڈل، مجھیل ولر اور آنچار مجھیل میں بھی کشتیاں چلائی جاتی ہیں جن کو سامان لانے لے جانے کے علاوہ تفریحی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جموں میں رنبیر نہر کو کشتیوں کے ذریعہ باربرداری کے کام میں لایا جاتا ہے۔ ریاست کے تقریباً تمام دریاؤں کو تعمیراتی لکڑی جنگلوں سے مقررہ گھاٹوں تک پہنچانے کے کام میں لایا جاتا ہے۔


کیل
جانوانی
تاؤبٹ بلت
ناردا
دواریاں
دودتیال
کیرن
اٹھام
کنڈل شاہی
نرسیری
نیزاں
مظفرآباد
گڑھی
لیپا
لیپا بہن
اڑنگی
پھر
باغ
ماوجہ
کہوڑہ
پونچھ
تتہ پانی
کرنل
کھیالاں
ماہوری
کھوئرٹہ
نوشہرہ
پھیرہ

سولہواں باب

مشہور درّے

۱۔درّہ بانہال

۹۲۰۰ فٹ کی بلندی پر سلسلہ پیر پنجال کے مشرقی حصہ میں ۳۱، ۳۳ عرض بلد اور ۱۶، ۷۵ طول بلد پر واقع ہے۔ وادیٔ کشمیر کو جموں سے ملاتا ہے۔ بانہال کارٹ روڈ اسی درّہ سے گزرتی ہے۔ شیخ یعقوب صرفی اور ان کے ساتھی اکبر اعظم کو کشمیر پر حملہ کی دعوت دینے اسی درّہ سے گزر کر گئے تھے۔ جواہر ٹنل اسی درّہ میں واقع ہے۔

۲۔بدھل پاس

۱۴۰۰۰ فٹ کی بلندی پر ۲۳، ۳۳ عرض بلد اور ۴۱، ۷۵ طول بلد پر واقع ہے۔ وادیٔ کشمیر کو بھمبر سے ملاتا ہے۔ اس راستے جموں سے سری نگر کا فاصلہ صرف ۱۲۹ میل رہ جاتا ہے۔ درّہ درحال بھی اسی علاقہ میں ہے۔

۳۔درّہ پیر پنجال

۱۱۴۰۰ فٹ کی بلندی پر ۳۸، ۳۳ عرض بلد اور ۴۲، ۷۴ طول بلد پر واقع ہے۔ راجوری اور پونچھ کو وادی سے ملاتا ہے۔ مغل افواج اسی راستے کشمیر پر چڑھائی کرتی رہی ہیں۔

۴۔توشہ میدان

پونچھ سے وادیٔ کشمیر میں داخل ہونے کا قریب ترین راستہ ہوا کرتا تھا۔ محمود غزنوی

نے اسی راستے کشمیر کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی (لیکن شکست کھا گیا)۔ ۱۹۶۵ء میں بھارت کی تعمیر سے قبل پونچھ سے کشمیر جانے کا یہ قریب ترین راستہ تھا۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ۱۰۵۰۰ فٹ ہے اور ۳۳ ڈگری ۵۶ منٹ عرض بلد اور ۷۴ ڈگری ۳۲ منٹ طول بلد پر واقع ہے۔

۵۔ درّہ حاجی پیر

اس کی بلندی ۸۵۰۰ فٹ ہے۔ اوڑی کو پونچھ سے ملاتا ہے۔ سردیوں میں جب پیر پنجال اور توشہ میدان کے راستے برف باری کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں تب یہ راستہ ہی استعمال رہتا ہے۔ اس کا محل وقوع ۳۴ ڈگری ۵۸ منٹ عرض بلد اور ۷۴ ڈگری ۰ منٹ طول بلد ہے۔

۶۔ درّہ مارہل

۱۱۵۷۰ فٹ کی بلندی پر ۳۴ ڈگری ۳۰ منٹ عرض بلد اور ۷۴ ڈگری ۳۰ منٹ طول بلد پر واقع ہے۔ وادیٔ کشمیر کو کشتواڑ سے ملاتا ہے۔ بلندی پر ہونے کی وجہ سے سردیوں میں ناقابل استعمال ہوتا ہے۔

۷۔ درّہ زوجیلا (Zojila Pass)

۱۳۰۰۰ فٹ کی بلندی پر نہایت اہم درّہ ہے۔ ۳۴ ڈگری ۱۷ منٹ عرض بلد اور ۷۵ ڈگری ۵۰ منٹ طول بلد پر واقع ہے اور وادیٔ کولداخ سے ملاتا ہے۔ یہاں سے تبت اور چین کو راستے جاتے ہیں۔ اسی راستے کشمیر کے چین اور ترکستان سے تجارتی تعلقات رہے ہیں۔ رنچن شاہ اسی راستے داخل ہوا تھا اور مرزا حیدر دوغلات نے بھی اسی راستے کشمیر پر حملہ کیا تھا۔ اس کا پرانا نام شرجی لا (Shurji La) تھا، یعنی شیو جی کا پہاڑ۔

۸۔ درّہ تراگ بل

بانڈی پورہ کے شمال میں ۳۴ ڈگری ۳۰ منٹ عرض بلد اور ۷۴ ڈگری ۴۱ منٹ طول بلد پر واقع ہے۔ وادیٔ کشمیر کو بلتستان اور گلگت سے ملانے کے لیے اس درّہ کی بہت اہمیت ہے۔ تراگ بل سے گزر کر قمری کے قریب راستہ دو شاخوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایک راستہ استور ہوتے

ہوئے گلگت کو جاتا ہے، دوسرا برزل ٹاپ کی طرف سے اسکردو کو۔

۹۔ درّہ بابوسر

۱۳۶۹۰ فٹ بلند ہے۔ گلگت کو چلاس کے راستے کاغان سے ملاتا ہے۔ شاہراہ ابریشم تعمیر سے پہلے بہت استعمال ہوتا تھا۔

۱۰۔ درّہ خنجراب

۱۵۴۲۰ فٹ کی بلندی سے راستہ گزرتا ہے۔ ہنزہ کے شمال میں چین کی سرحد پر واقع ہے۔ چین کے تجارتی قافلے اسی راستے گلگت آتے ہیں۔ شاہراہ ریشم خنجراب سے گزر کر چین میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہاں محکمہ جنگلی حیات کا ایک عظیم پارک بنایا گیا ہے۔

۱۱۔ درّہ قراقرم

۱۸۲۹۰ فٹ بلند ہے۔ لداخ کو سنکیانگ (چین) سے ملاتا ہے۔

۱۲۔ درّہ شونتر یا (شونٹھر)

یہ درّہ ضلع دیامر کو ضلع مظفر آباد سے ملاتا ہے۔ اس کی بلندی ۱۴۷۰۴ فٹ ہے۔

۱۳۔ درّہ درکوٹ

یہ درّہ یاسین کے علاقہ کو افغانستان کے واخان علاقے سے ملاتا ہے۔ اس کی بلندی ۱۴۰۰۰ فٹ ہے۔

۱۴۔ درّہ شندھور

یہ درّہ گوپس کو چترال سے ملاتا ہے۔ اس کی بلندی ۱۲۲۰۰ فٹ ہے۔

۱۵۔ درّہ شمشال

ہنزہ کے علاقے میں واقع ہے۔ ریاست کو چین سے ملاتا ہے۔ اس کی بلندی ۱۵۴۴۰ فٹ ہے۔

۱۶۔ درّہ لانک لا اور درّہ دم چوک

یہ دونوں درّے ریاست کے لداخ ڈویژن کو تبت سے ملاتے ہیں۔

پیر پنجال کے سلسلے میں کچھ اور درّے بھی واقع ہیں جن کا اجمالی ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۷۔ درّہ ججی مرگ

بانہال سے مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہ درّہ وادیٔ کشمیر کو گلاب گڑھ اور ریاسی سے ملاتا ہے۔ اسی راستے سے گزر کر ۱۸۱۹ء میں پنڈت بیربل رنجیت سنگھ کے دربار میں پہنچا تھا اور اس سے افغانوں کے خلاف امداد کی درخواست کی تھی۔ ۱۸۴۶ء میں گلاب سنگھ کشمیر کے گورنر شیخ امام دین سے شکست کھا کر اسی درّے سے ہوتا ہوا پنجاب پہنچا تھا اور انگریزوں سے فوجی کمک لے کر آخر ریاست پر اپنا تسلط جمانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

۱۸۔ درّہ کوشٹ ناگ

یہ درّہ وادیٔ کشمیر کو علاقہ اُنس اور کھسالی سے ملاتا ہے۔ اس درّے سے گزر کر وادی کی طرف ایک نہایت خوبصورت سرسبز میدان آتا ہے جسے کونگ وٹن کہتے ہیں۔ جھیل کوشٹ ناگ اسی درّہ کے قریب واقع ہے۔

۱۹۔ درّہ گوروٹن

اسے مقامی زبان میں گوراں وتاں کہا جاتا ہے۔ کوشٹ ناگ سے مغرب کو واقع ہے۔ وادیٔ کشمیر کو بدھل سے ملاتا ہے۔

۲۰۔ درّہ روپڑی

پیر پنجال سے مشرق کی طرف واقع ہے۔ وادیٔ کشمیر کو راجوری کے مشرقی حصے سے ملاتا ہے۔

۲۱۔ درّہ تتن سر

تتن سر اور چتن سر دو جھیلیں ہیں۔ یہ درّہ اسی علاقہ میں واقع ہے اور علاقہ شوپیاں کو درھال سے ملاتا ہے۔

۲۲۔ درّہ حتہ کوٹی اور حمیاں

یہ درّے وادی کے علاقے چرار چریف کو پونچھ سے ملاتے ہیں۔

۲۳۔ درّہ گلاب گڑھ

وادیٔ کشمیر کے جنوبی کنارے پر سطح سمندر سے ۱۲۵۳۰ فٹ کی بلندی پر ۳۳،۲۹ عرض بلد اور ۷۴،۵۷ درجہ طول بلد پر درّہ گلاب گڑھ واقع ہے۔ یہ درّہ شوپیاں کو براہ راست ریاسی سے ملاتا ہے۔ سردیوں میں برف باری کی وجہ سے ناقابل عبور ہوتا ہے۔

۲۴۔ درّہ رتن پیر

۷۴،۲۶ درجہ طول بلد اور ۳۳،۳۵ درجہ عرض بلد پر سطح سمندر سے ۸۲۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ درّہ راجوری سے شمال کی جانب بھمبر کو سری نگر سے ملانے والی سڑک پر واقع ہے۔ تھنہ سے اس کا فاصلہ شمال مشرق کی جانب ۵ میل ہے۔

۲۵۔ درّہ مستاغ

یہ درّہ بلتستان اور سنکیانگ کے درمیان بالتورو کھیشیر کے ایک ذیلی کھیشیر کے اوپر مشہور چوٹی مستاغ پیک (Mustag Peak Tower) کے دائیں پہلو میں واقع ہے۔ پرانے زمانہ میں ترکستان اور کشمیر و بلتستان کے تاجر اور دیگر کاروان اسی درّہ کے راستے گزرتے تھے۔ اس درّہ کے نواح میں مستاغ تاور کے دامن میں چھٹی ساتویں صدی عیسوی کا ایک پولوگراؤنڈ ہے جہاں بلور (بلتستان) کے پلولا شاہی بادشاہ اور تتن کے "اماچا" خاندان کے بادشاہ امن کے دنوں میں پولو ٹورنامنٹ کھیلتے تھے اور ہالے کا شکار کرتے تھے۔ اس پولوگراؤنڈ کے قریب سوداگروں کے لیے سرائے اور بادشاہوں کے لیے رہائشی کمرے

کے نشانات اور کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔

بلتستان والوں کا دعویٰ ہے کہ پولو کے کھیل کی ابتداء یہیں سے ہوئی تھی کیونکہ یہاں کی زبان میں گیند کو ''پولو'' کہتے ہیں۔

(شیر دریا، رضا علی عابدی، ص ۲۶)

۲۶۔ درّہ سد پارہ

یہ درّہ سد پارہ گاؤں اور میدان دیوسائی کے درمیان واقع ہے۔ سکردو دیوسائی استور روڈ اسی درّہ سے گزاری گئی ہے۔

۲۷۔ درّہ تھلے

یہ درّہ وادیٔ شیلو کو وادیٔ شگر سے ملاتا ہے۔ اس درّہ میں کئی گاؤں آباد ہیں۔

۲۸۔ درّہ برگے

یہ درّہ وادیٔ سکردو اور دیوسائی میدان کے درمیان واقع ہے۔ اس درّہ کے ساتھ کئی تاریخی واقعات وابستہ ہیں۔ علی شیر خان انچن نے یہاں ایک دفاعی دیوار بنوائی تھی۔ یہاں سے نانگا پربت اور کے ٹو (K-2) کی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔

۲۹۔ درّہ ہانو (Hanu)

یہ درّہ بلتستان کی وادیٔ شیلو کے گاؤں یوان (Piyon) اور لداخ کے دیہات داہ اور ہانو (Dah, Hanu) کے درمیان واقع ہے اور وادیٔ شیلو اور لداخ کے درمیان مختصر ترین راستہ ہے۔

۳۰۔ درّہ کچے

یہ بلتستان کا مشہور اور خوبصورت درّہ ہے جو وادیٔ شیلو کو وادیٔ کھر منگ سے ملاتا ہے۔

۳۱۔درّہ برزل(Burzil Pass)

درّہ برزل وادیٔ کشمیر کو بلتستان کے صدر مقام سکردو سے ملاتا ہے۔ بانڈی پورہ سے جو سڑک استور کے راستے گلگت جاتی ہے اس کی ایک شاخ قمری کے مقام پر جدا ہو کر برزل کو عبور کر کے دیوسائی کے میدان میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر سکردو چلی جاتی ہے۔

۳۲۔درّہ منتکا (Mintaka Pass)

درّہ منتکا ہنزہ کے شمال میں واقع ہے۔ گلگت کو مغربی سنکیانگ (چین) سے ملاتا ہے۔

۳۳۔درّہ لنگالا چالا (Lungalacha La)

۳۴۔درّہ تنگ لانگ لا (Tunglang La)

یہ دونوں درّے منالی (ہماچل پردیش) سے لیہ جانے والی شاہراہ پر واقع ہیں، جسے بھارتی حکومت نے زمانہ حال میں تعمیر کیا ہے۔ ان کی بلندی سطح سمندر سے ۱۷۵۰۰ فٹ ہے اور یہ سال میں صرف دو ماہ، وسط جولائی سے وسط ستمبر تک قابل استعمال رہتے ہیں۔

(ماہنامہ "شکار"، جون جولائی ۱۹۹۷ء، ص ۳۳)

ریاست کے مشہور درّے، چوٹیاں اور شہر

ستر ہواں باب

مشہور چوٹیاں

ریاست کے شمالی علاقہ جات گلگت، بلتستان، لداخ، زنسکار میں چوٹیوں کی تعداد ۳۰۰ کے قریب ہے، جن میں ۱۵۰ چوٹیاں بلتستان میں ہیں۔ ان میں سے ۲۳۰۰۰ فٹ سے ۲۸۰۰۰ فٹ تک بلند چوٹیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

نمبر شمار	نام چوٹی	بلندی میٹرز	بلندی فٹ	محل وقوع
1۔	چھوغوری K-2	8611	28251	بلتستان
2۔	نانگا پربت	8125	26656	دیامر۔ گلگت
3۔	گیشر بروم-I	8068	26470	بلتستان
4۔	فلچن ری (براڈ پیک)	8047	26400	بلتستان
5۔	گیشر بروم-II	8035	26362	بلتستان
6۔	فلچن ری (براڈ پیک جنوبی)	8016	26362	بلتستان
7۔	گیشر بروم-III	7952	26089	بلتستان
8۔	گیشر بروم-IV	7925	26000	بلتستان
9۔	دستگل سر	7885	25869	گلگت
10۔	مینشر بروم	7821	25659	بلتستان
11۔	نانگا پربت شمالی	7816	25643	دیامر گلگت

12۔ میشر بروم (جنوب مشرقی)	7806	25610	بلتستان
13۔ راکاپوشی	7788	25551	گلگت
14۔ بتورا-I	7785	25541	گلگت
15۔ گیشر بروم مشرقی	7772	25492	بلتستان
16۔ کنجوت سر	7760	25460	گلگت
17۔ سلتورو کنگری	7742	25400	بلتستان
18۔ بتورا-II	7730	25360	گلگت
19۔ تریور (Trivor)	7720	25328	گلگت
20۔ دستگل سر مشرقی	7700	25262	گلگت
21۔ فلچن ری شمالی	7700	25262	بلتستان
22۔ ساسر کنگری	7672	25170	لداخ
23۔ چھوغویا (جنوب مشرقی)	7665	25148	بلتستان
24۔ چھوغویا (شمال مشرقی)	7654	25112	بلتستان
25۔ شپری	7619	24997	بلتستان
26۔ سکیانگ کنگری	7544	24751	بلتستان
27۔ ماموش چھنگ کنگری	7525	24688	بلتستان
28۔ ساسر کنگری-II	7513	24649	بلتستان
29۔ بتورا-III	7500	24606	گلگت
30۔ ساسر کنگری-III	7495	24590	بلتستان
31۔ پوماری شش	7492	24580	گلگت
32۔ کے ٹو (K-12)	7468	24501	بلتستان

33۔ تیرم کنگری-I	7463	24485	بلتستان
34۔ سیا کنگری	7455	24459	بلتستان
35۔ مالو بینگ	7453	24452	گلگت
36۔ ختام کھوررری	7415	24327	بلتستان
37۔ تیرم کنگری-II	7406	24298	بلتستان
38۔ خراموش	7397	24268	گلگت
39۔ ریوٹر	7388	24239	گلگت
40۔ رنگمو-I	7385	24229	بلتستان
41۔ تیرم کنگری-III	7382	24219	بلتستان
42۔ شرپی کنگری مشرقی	7380	24213	بلتستان
43۔ رنگمو شمالی	7373	24190	بلتستان
44۔ سکیل بروم	7360	24147	بلتستان
45۔ پوماری شش جنوبی	7350	24114	گلگت
46۔ پیرامڈ پیک	7350	24114	بلتستان
47۔ کارن کوہ	7350	24114	بلتستان
48۔ موہل سر	7342	24088	گلگت
49۔ کوہ گھنگ	7342	24088	گلگت
50۔ نون کن	7135	23403	زنسکار۔لداخ

(حوالہ: ٹی پی، جون ۱۹۹۰ء اور لڈاک ۱۹۷۹ء)

اٹھارواں باب

مشہور گلیشیرز

ریاست جموں کشمیر کے شمالی علاقہ جات میں چھوٹے بڑے گلیشیرز کی کل تعداد ۸۶ ہے۔ ذیل میں صرف چند بڑے بڑے گلیشیرز کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے:

سیاچن گلیشیر

سیاچن قطبین کو چھوڑ کر دنیا کا سب سے بڑا گلیشیر ہے۔ اس کی لمبائی ۵۰ میل اور رقبہ ۴۵۰ مربع میل ہے۔ مشرقی قراقرم میں واقع ہے۔ اس کے لیے راستہ بلتستان کی وادی شیوک سے ہو کر جاتا ہے۔

بالتورو گلیشیر

اس کی لمبائی ۳۵ میل اور رقبہ ۲۹۰ مربع میل ہے۔ سلسلہ قراقرم میں ماشابروم کے شمال میں واقع ہے۔ اس گلیشیر میں مشہور سنگم Concordia واقع ہے جس سے کوہ پیما کے۔ ٹو، براڈ پیک، گاشابروم گروپ اور کونکان قلعوں کو جاتے ہیں۔

ہسپر گلیشیر

اس کی لمبائی ۳۵ میل اور رقبہ ۲۴۰ میل ہے۔ گلگت میں کنجوت سر چوٹی کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ گلیشیر وادی نگر کے آخری گاؤں ہسپر سے شروع ہوتا ہے اور چاغو گلیشیر کی جانب درہ ہسپر پر آ کر ختم ہو جاتا ہے۔

ریمو گلیشیر

اس کی لمبائی ۳۰ میل اور رقبہ ۲۰۰ مربع میل ہے۔ لداخ میں وادی نوبرا کے شمال میں سنکیانگ کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ مشہور ترین شہر اسی گلیشیر میں واقع ہے۔

بیافو گلیشیر

اس کی لمبائی ۳۷ میل ہے۔ وسطی قراقرم میں درہ ہسپر کے شمال میں واقع ہے۔ اس گلیشیر سے ہسپر گلیشیر اور سنولیک (Snow Lake) کو راستہ جاتا ہے۔ پرانے زمانہ میں وادیٔ شگر اور وادیٔ نگر و ہنزہ کے درمیان اسی گلیشیر سے آمد و رفت ہوتی تھی۔

چوغالنگما گلیشیر

بلتستان میں سلسلہ حراموش و راکاپوشی سے بالائی شگر کے آخری گاؤں روندو کے درمیان واقع ہے۔ اس گلیشیر کے گھٹنے اور بڑھنے سے روندو گاؤں کی بہت سی مزروعہ اراضی برباد ہوتی رہتی ہے۔

بتورا گلیشیر

اس کی لمبائی ۳۶ میل ہے۔ گلگت میں ہنزہ کے شمال میں واقع ہے۔

ورجراب گلیشیر

اس کی لمبائی ۲۴ میل ہے۔ دست گل سر اور کنجوت سر چوٹی کے درمیان میں واقع ہے۔

کیشر بروم گلیشیر

شمالی بلتستان میں کیشر بروم چوٹی کے قریب سیاچین اور بلتورو کے درمیان واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۱۲ میل ہے۔

انیسواں باب

زرعی پیداوار

ریاست جموں وکشمیر ایک زرعی ریاست ہے۔ یہاں کے اسی فیصد باشندے زراعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ریاست میں صرف آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار ہیکٹر زمین زیرکاشت ہے۔ باقی زمین پہاڑی ہونے کی وجہ سے یا بنجر ہونے کی وجہ سے بے کار پڑی ہے۔ صوبہ لداخ میں سخت سردی اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے پچیس فیصد سے بھی کم زمین زیرکاشت ہے۔ ریاست کی زیرکاشت زمین میں ۲۹ فیصد پر مکئی، ۲۶ فیصد پر دھان، ۲۲ فیصد پر گیہوں اور ۹ فیصد پر دالیں کاشت ہوتی ہیں۔ سطحی بنیاد پر ریاست کی زراعت کے تین خطے ہیں:

۱۔ صوبہ جموں کا زرعی خطہ

۲۔ صوبہ کشمیر کا زرعی خطہ

۳۔ لداخ کا زرعی خطہ

جموں کا زرعی خطہ

جموں کی پہاڑیوں کے دامن کے ساتھ ساتھ زرخیز زمین کا ایک لمبا تنگ خطہ ہے۔ اس میں آبپاشی مصنوعی ذرائع سے ہوتی ہے۔ خطہ کا ۳۰ فیصد حصہ زیرکاشت ہے۔ جس میں ضلع جموں اور کٹھوعہ میں گیہوں کی کاشت ہوتی ہے۔ ضلع ڈوڈہ، پونچھ اور اودھم پور میں مکئی، جو، جوار، باجرہ اور دالیں کاشت ہوتی ہیں۔ کنڈی کے علاقے میں ٹوب ویلز کے

ذریعے آبپاشی ہوتی ہے۔ یہاں چاول مکئی اور گیہوں کی کاشت ہوتی ہے۔ بھدرواہ اور کشتواڑ میں زیرہ، الائچی اور پھل اگائے جاتے ہیں۔ ڈوڈہ اور گلاب گڑھ میں شہتوت اگائے جاتے ہیں، جن کے پتوں پر ریشم کے کیڑے پالے جاتے ہیں۔

کشمیر کا زرعی خطہ

وادیٔ کشمیر میں سطح ہموار، مٹی زرخیز اور آبپاشی کے تقریباً تمام وسائل موجود ہیں۔ لیکن آب و ہوا چونکہ سرد ہے اس لیے سال میں ایک ہی فصل ہوتی ہے۔ دریائے جہلم اور دیگر چھوٹے دریاؤں اور نالوں سے سیراب ہونے والی زمینیں بہت زرخیز ہونے کے علاوہ ہموار ہیں۔ ان میں اعلیٰ قسم کے چاول پیدا ہوتے ہیں جو کشمیر کے لوگوں کی عام خوراک ہیں۔ یہاں کی ۵۰ فیصد زمینوں پر دھان کی کاشت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ میوے بھی کثرت سے ہوتے ہیں جن میں سیب، ناشپاتی، اخروٹ، آڑو، آلو بخارہ، خوبانی، انگور وغیرہ شامل ہیں۔ شوپیاں سے بارہ مولہ تک کچھ زمین وادی کی باقی زمینوں سے اونچی ہے۔ انہیں کریوہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسلام آباد کے قریب بھی پہاڑ کے دامن میں ایک وسیع کریوہ ہے۔ ان میں دھان کے علاوہ مکئی کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ ان کریوہ میدانوں کی بڑی جغرافیائی اہمیت ہے۔ ان کے بارے میں ارضیاتی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وادیٔ کشمیر کا کسی زمانے میں ایک وسیع جھیل ہونا محض افسانوی تصور نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے اور یہ کریوہ میدان اسی جھیل کی تہہ میں بیٹھی ہوئی زرخیز مٹی کی باقیات ہیں۔ ان میں سب سے بڑا کریوہ ۵۰ میل لمبا اور ۱۶ میل چوڑا شوپیاں اور بارہ مولہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ وادی کے مختلف علاقوں میں ریشم کے کیڑے پالنے کے لیے شہتوت کے درخت بھی اُگائے جاتے ہیں۔

لداخ کا زرعی خطہ

ضلع لداخ وادیٔ کشمیر کے شمال مشرق میں ہمالیہ کے سلسلوں کے درمیان واقع ہے۔

سارا علاقہ پہاڑی ہے۔ آب و ہوا سرد اور خشک ہے۔ تاہم اس خطہ میں بھی روپشو سے لے کر کرگل اور دراس تک کسی قدیم جھیل کی تہہ کے باقیات ملتے ہیں۔ یہاں کی زیر کاشت زمین کے ۲۲ فیصد رقبہ پر گندم کی کاشت ہوتی ہے باقی پر باجرہ، جوار اور دالیں اگائی جاتی ہیں۔

ریاست کے شمالی علاقہ جات گلگت، بلتستان کا موسم سردیوں میں سخت سرد اور گرمیوں میں معتدل ہوتا ہے۔ یہ خطہ مون سون ہواؤں کے حلقۂ اثر سے باہر ہے۔ سالانہ بارش کی اوسط ۴، ۱۵ انچ کے درمیان ہے البتہ پہاڑیوں اور اونچی وادیوں کی برف کی کثرت اس کمی کو پورا کرتی ہے۔ ان علاقوں میں تقریباً ایک لاکھ ایکڑ اراضی زیر کاشت ہے جس کی آب پاشی ندی نالوں اور چشموں کے پانی سے ہوتی ہے جس پر پندرہ لاکھ من کے قریب اناج پیدا ہوتا ہے۔ اوسط تقریباً ۵ من فی ایکڑ ہے۔ ڈیڑھ لاکھ ایکڑ وسیع اراضی میدانوں کی شکل میں بے کار پڑی ہے۔ شمالی علاقہ جات میں میوہ جات کثرت سے پیدا ہوتے ہیں جن میں خوبانی، شہتوت، اخروٹ، انگور، سیب، ناشپاتی، بادام، آڑو، انجیر، آلو چہ اور چیری (گیلاس) شامل ہیں۔ گلگت اور دیامیر کے اضلاع میں بارہ سو مربع میل پر جنگلات پھیلے ہوئے ہیں جن سے سالانہ تقریباً چھ لاکھ فٹ اعلیٰ قسم کی لکڑی حاصل ہوتی ہے۔ یہاں کے جنگلات میں ۶ ہزار فٹ تک الیش، زیتون، پدم، چلغوزہ اور شاہ بلوط کے درخت پائے جاتے ہیں۔ سات سے دس ہزار فٹ کی بلندی تک کائل، دیودار، فر اور سپروس کے درخت ملتے ہیں۔ اس سے اوپر بھوج پتر کے درخت پائے جاتے ہیں، جن کی چھال قدیم زمانے میں کاغذ کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہے۔ کشمیری میں اس کو برزہ کہتے ہیں اور انگریزی میں Birch۔ شمالی علاقہ جات کے جنگلات میں قیمتی جڑی بوٹیاں بھی اگائی جاتی ہیں جن میں کٹھ، زیرہ، مکھی، مشک بالا، بھیرہ، گیاندرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جموں کشمیر میں پیدا ہونے والی فصلیں

ریاست کی زرعی پیداوار کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

غذائی فصلیں

چاول(Rice)

یہ فصل نہایت نرم اور زرخیز زمین میں اگتی ہے جس کے لیے وافر مقدار میں پانی کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ پودے پانی میں ڈوبے رہیں۔ پہلے ایک کھیت میں اس کی پنیری تیار کی جاتی ہے اور بعد میں دوسرے کھیتوں میں منتقل کی جاتی ہے۔ فصل اپریل مئی میں بوئی جاتی ہے اور ستمبر اکتوبر میں کاٹی جاتی ہے۔ وادیٔ کشمیر میں پانی کی بہتات کی بنا پر چاولوں کی کاشت زیادہ ہوتی ہے۔ صوبہ جموں میں رنبیر سنگھ پورہ، کٹھوعہ، بھدرواہ اور کشتواڑ میں اس کی کاشت ہوتی ہے۔ ضلع میر پور میں افضل پور کے علاقے میں اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ پہاڑی علاقوں میں جہاں کہیں پانی میسر ہو چھوٹے پیمانے پر دھان کی کاشت کی جاتی ہے۔ کشمیر کی قدیم اقسام میں باسمتی اور مشکہ بدیج مشہور ہیں لیکن آج کل جاپانی کی کاشت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس کی برداشت زیادہ ہوتی ہے۔

گندم(Wheat)

گندم کی فصل نومبر میں بوئی جاتی ہے اور جون میں کاٹی جاتی ہے۔ جموں کے علاقے

میں سانبہ، اکھنور، جموں، سری رنبیر سنگھ پورہ میں گندم کی کاشت زیادہ ہوتی ہے۔ کشمیر میں صرف کریوہ میدانوں میں کہیں کہیں گندم کاشت کی جاتی ہے۔ پہاڑی علاقوں میں بھی چھوٹے پیمانے پر مقامی طور پر گندم پیدا کی جاتی ہے۔ شمالی علاقہ جات کے میدانی علاقوں میں گندم کی کاشت ہوتی ہے۔ اس علاقہ کی گندم کی دو اقسام کمرینی اور بدخشاں خاصی مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ جدید اقسام لائل پور ۷۳، سونالیکا، میکسی پاک، انڈس، بہاول پور ۷۹ اور بلیو سلور بھی کاشت کی جاتی ہیں۔

مکئی (Maize)

پہاڑی لوگوں کی عام غذا ہے۔ جدید زمانے میں مکئی کو پولٹری انڈسٹری کے لیے بہت استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے خوردنی تیل (Corn Oil) بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے گرم مرطوب آب و ہوا کی ضرورت ہے۔ بارانی علاقوں میں اور ڈھلوانوں میں اس کی بہت کاشت ہوتی ہے۔ کشمیر میں مکئی کی کاشت کریوہ میدانوں اور پہاڑی ڈھلوانوں پر ہوتی ہے۔ جموں کے کنڈی کے علاقے میں اور بانہال، رام بن، پونچھ اور ڈوڈہ میں اس کی کاشت کثرت سے ہوتی ہے۔ آزاد کشمیر کے تقریباً سارے ہی علاقے میں مکئی کی کاشت ہوتی ہے جو ذائقے میں بہت عمدہ ہے۔ شمالی علاقہ جات میں بھی مکئی کی کاشت ہوتی ہے۔ جدید اقسام میں سرحد وائیٹ، خیبر، شاہین، اور چنگیز وغیرہ شامل ہیں۔

جو (Barley)

سرد آب و ہوا میں پروان چڑھنے والی فصل ہے۔ سردیوں میں بیج بویا جاتا ہے اور فصل گرمیوں میں کاٹی جاتی ہے۔ لداخ اور کرگل کے پہاڑی علاقوں میں بہت پیدا ہوتی ہے۔ جموں اور وادیٔ کشمیر میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے جو غذا کے طور پر استعمال ہونے کے علاوہ شراب بنانے کے کام بھی آتی ہے۔

دالیں(Pulses)

تمام قسم کی دالیں کریوہ اور کنڈی کے علاقوں میں پیدا کی جاتی ہیں۔علاوہ ازیں تمام پہاڑی علاقوں اور شمالی علاقہ جات میں مختلف قسم کی دالیں اُگائی جاتی ہیں جن میں مونگ، مسور، چنا، ماش، مٹر، موٹھ، راج ماہ وغیرہ شامل ہیں۔شمالی علاقہ جات میں دالوں کا رقبہ تقریباً ۱۳۲۰۰ ایکڑ ہے جس سے اندازاً ۱۹۲۰۰ من دالیں حاصل کی جاتی ہیں۔

باجرہ اور دیگر فصلیں

جموں کے بعض میدانی اور پہاڑی علاقوں میں باجرہ کاشت ہوتا ہے جو مقامی طور پر ہی استعمال ہوتا ہے۔شمالی علاقہ جات میں بھی باجرہ کی پیداوار سالانہ تقریباً ۴۰۰ ۱۷ من ہے۔ علاوہ ازیں وادی کے پہاڑی علاقوں اور آزاد کشمیر کے شمالی علاقوں میں شول (Millet)، ترمبہ (Buck Wheat) اور پنگہ وغیرہ کاشت کیے جاتے ہیں جو مقامی طور پر ہی غذا میں کام آتے ہیں۔

شول کو کنگنی بھی کہتے ہیں۔کنگنی اور ترمبہ بہت کارآمد فصلیں ہیں۔اگر کسی سال برف باری کم ہو اور یہ خدشہ ہو کہ چاول کی کاشت کے لیے وافر پانی دستیاب نہیں ہوگا تو چاولوں کے کھیتوں میں کنگنی یا ترمبہ کاشت کی جاتی ہے۔اس کے لیے زمین میں تین چار بار ہل چلایا جاتا ہے۔اپریل مئی میں بیج بویا جاتا ہے اور ستمبر میں فصل تیار ہو جاتی ہے۔ترمبہ (Buck Wheat) کو انسانی غذا کے علاوہ گھوڑوں اور مرغیوں کے چارے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے، تاہم چاول کے مقابلے میں کنگنی، ترمبہ اور پنگہ کو دوسرے درجے کی اجناس تصور کیا جاتا ہے۔

تبتی جو (Tibetan Barley)

سات ہزار فٹ سے زیادہ بلندی پر بعض پہاڑی علاقوں میں "گرم" (Grim) یا تبتی جو بھی کاشت کیے جاتے ہیں۔مئی جون میں بیج بویا جاتا ہے اور اگست ستمبر میں فصل کاٹی جاتی